جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلہ

لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

احسان ۱۳۸۶ ہش
جون ۲۰۰۷ء

مسجد الحرام مکہ کا ایک تاریخی منظر

واقفینِ نو اجتماع ساؤتھ ایسٹ ریجن ۷ اپریل ۲۰۰۷ء

واقفینِ نو اجتماع نارتھ ویسٹ ریجن ۱۲ مارچ ۲۰۰۷ء

محترم کریم احمد نعیم (مرحوم)

کریم احمد نعیم صاحب اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ
(بائیں ہاتھ پر) کے بچپن کی ایک یادگار تصویر

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لا یُخۡرِجُھُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ (2:258)

جون 2007

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

لکھنے کا پتہ:
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905
zirvi@yahoo.com

فَلَا تَجۡعَلُوۡا لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (البقرۃ 2:23)

پس جانتے بوجھتے ہوئے اللہ کے شریک نہ بناؤ۔

وَلَا تَجۡعَلُوۡا مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ ؕ

اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ۔ (الذّٰریٰت 51:52)

(700 احکام خداوندی صفحہ 46)

قرآنِ کریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

طٰہٰ○ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی○ اِلَّا تَذۡکِرَۃً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی○ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی○

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی○ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی○

(طٰہٰ 20:1-7)

اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اے کامل قوتوں والے مرد! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ تُو مشقت میں مبتلا ہو۔ مگر (یہ) محض نصیحت کے طور پر ہے اُس کے لئے جو ڈرتا ہے۔ اس کا اتارا جانا اس کی طرف سے ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ رحمان، وہ عرش پر متمکن ہوا۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور وہ بھی جو زمین کی گہرائیوں میں ہے۔

تفسیر: ''کامل قوتوں والے مرد سے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مردانگی کی تمام اعلیٰ صفات یعنی شجاعت اور سخاوت اور بدی کا مقابلہ وغیرہ کامل طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہیں اور اسی وجہ سے تمام عالمِ انسانی میں صرف آپ ہی کامل انسان کہلانے کے مستحق ہیں چنانچہ جب ہم تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حقیقۃً ایک کامل انسان تھے اور آپ میں وہ تمام اوصاف بدرجہء اتم پائے جاتے تھے جو ایک کامل قوتیں رکھنے والے مرد کے اندر پائے جانے چاہئیں۔ مثلاً بدی کے مقابلہ کی قوت کو ہی لے لو۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو آپؐ کے پاکیزہ و مطہر قلب میں ہمیں بدی کے مقابلہ کی اس قدر تڑپ دکھائی دیتی ہے کہ جس کی دنیا میں اور کہیں نظیر نظر نہیں آتی۔ آپؐ ابھی نبوت کے مقام پر فائز بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپؐ نے اس فطری جذبہ کے مطابق اس راستہ کی تلاش اور جستجو شروع کر دی جس پر چل کر اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا عرفان حاصل ہو سکتا ہو۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ آپ کا گردو پیش سارے کا سارا کفر اور شرک سے بھرا ہوا تھا۔ کوئی قوم ایسی نہ تھی جو شرک اور بت پرستی میں مبتلا نہ ہو، ایک طرف آپ کے ملنے والے عیسائی اور یہودی لوگ تھے جو شرک میں مبتلا ہو چکے تھے اور دوسری طرف مکہ کے لوگ تھے جو سرتاپا شرک میں ملوث تھے۔ یہودی لوگ یوں تو زبان سے شرک کے قائل نہ تھے مگر وہ ایک نبی کو خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں ہی آتا ہے کہ عُزَیۡرُ ۣابۡنُ اللّٰہِ (توبہ: ع۵) یعنی عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ بہر حال یہ تینوں قومیں یعنی کفار مکہ اور یہودی اور عیسائی خدا تعالیٰ کی معرفت اور صداقت پر قائم نہ تھیں۔ یہود کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی نافرمانیوں اور مخالفت کی وجہ سے مجرم قرار دے دیا تھا۔ پس وہ قوم جو مجرم قرار پا چکی تھی وہ کس طرح کسی کی رہنمائی کر سکتی تھی۔ عیسائی مشرک تھے کیونکہ وہ ایک خدا کی بجائے تین خدا مانتے تھے اور مکہ والے بُت پرست تھے۔ پس جب آپؐ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور تفرید ان تینوں قوموں کے اندر مفقود ہے اور یہ سارے کے سارے کفر اور شرک کے تاریک گڑھوں میں گر چکے ہیں تو آپؐ کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ میں کوئی ایسا رستہ تلاش کروں جو اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہو۔ یہ تڑپ آپ پر اتنی غالب آئی کہ آپ کو دنیا سے نفرت ہوگئی۔۔۔۔

جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی پر تفصیلی طور پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پیدائش سے قبل ہی اللہ تعالیٰ نے آپ میں وہ تمام اوصاف ودیعت فرما دیئے تھے جو ایک قائم القویٰ میں پائے جانے چاہئیں تاکہ آپ ہر قسم کے لوگوں کے لئے نمونہ بن سکیں۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ایک اعلیٰ درجہ کے نبی تھے۔ لیکن وہ ہر زمانہ اور ہر قسم کے لوگوں کے لئے نمونہ نہیں تھے۔ مثلاً انجیل سے آپ کی شادی ثابت نہیں۔ اس لئے شادی شدہ لوگوں کی متاہلانہ زندگی میں آپ کوئی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آپ بادشاہ نہیں ہوئے کہ آج بادشاہ یہ کہہ سکیں کہ مسیحؑ ہمارے لئے بھی نمونہ ہے۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایسے حالات میں سے گزرے ہیں جن کے نتیجہ میں آپ دنیا کے ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے لئے ایک بے مثال نمونہ بن گئے اور پھر زندگی کے ہر مرحلہ میں آپ نے اپنے اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور بلند کردار کا اظہار کر کے ثابت کر دیا کہ آپ کے اندر کامل روحانی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں۔۔۔

غرض ایک کامل قوتوں والے انسان کے اندر جسقدر اوصاف پائے جانے چاہئیں وہ سارے کے سارے اپنی پوری شان اور عظمت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے۔ آپ کے اندر شجاعت بھی پائی جاتی تھی، سخاوت بھی پائی جاتی تھی، احسان بھی پایا جاتا تھا، وفاداری بھی پائی جاتی تھی، تحمل بھی پایا جاتا تھا، رحم بھی پایا جاتا تھا، حلم بھی پایا جاتا تھا، ایثار بھی پایا جاتا تھا، دیانت بھی پائی جاتی تھی، اخوت بھی پائی جاتی تھی، تواضع بھی پائی جاتی تھی، غیرت بھی پائی جاتی تھی، شکر بھی پایا جاتا تھا، استقلال بھی پایا جاتا تھا، وقار بھی پایا جاتا تھا، بنی نوع انسان کی خیر خواہی بھی پائی جاتی تھی، بلند ہمتی بھی پائی جاتی تھی، صبر بھی پایا جاتا تھا، رأفت بھی پائی جاتی تھی، بدی کے مقابلہ کی طاقت بھی پائی جاتی تھی، قوت برداشت بھی پائی جاتی تھی، جفاکشی بھی پائی جاتی تھی، سادگی بھی پائی جاتی تھی، صلہ رحمی بھی پائی جاتی تھی، سچائی بھی پائی جاتی تھی، غرباء پروری بھی پائی جاتی تھی، مصیبت زدوں کی مدد کی خواہش بھی پائی جاتی تھی، مہمان نوازی بھی پائی جاتی تھی، بزرگوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت بھی پائی جاتی تھی، محبتِ الٰہی بھی پائی جاتی تھی، توکل بھی پایا جاتا تھا۔ عبادات کی محافظت بھی پائی جاتی تھی۔ غرض کونسی خوبی تھی جو آپ میں نہ پائی جاتی ہو۔ اور کونسا کمال تھا جو آپ میں موجود نہ ہو۔ یہی حکمت ہے جس کے ماتحت سورۂ مریم کے بعد اس سورۃ کو رکھا گیا ہے اور ایک لطیف پیرائے میں اسطرف اشارہ کیا گیا کہ جب حضرت مریمؑ کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پڑے تھے تو گو جس فرشتے نے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خبر دی تھی وہ بَشَرًا سَوِیًّا کی شکل میں آیا تھا۔ یعنی ایک تندرست مرد کی شکل میں ظاہر ہوا تھا جیسا کہ سورۂ مریم میں آتا ہے۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (عٓ) لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خبر کسی فرشتہ نے ایک تندرست بشر کی شکل میں ظاہر ہو کر نہیں دی بلکہ آپ خود ایک کامل القویٰ مرد تھے جن کے اندر تمام مردانہ صفات اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر تھیں۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو یہ صفات بالواسطہ اور وہ بھی نامکمل شکل میں ملیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے والا فرشتہ بشر کہلاتا تھا رَجل نہیں۔ اور بشر کا وجود متمدن انسان کے دَور سے پہلے تھا۔ یعنی بشر انسان کا پہلا درجہ تھا لیکن "رجل" انسان کا آخری درجہ ہے۔ پس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کامل قوائے انسانی کے ظہور تھے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سورۂ مریم اور بائیبل کے بیان کے مطابق صرف بشری طاقتوں کے ظہور تھے۔ اسی وجہ سے بقول انجیل جب ان پر جبریل نازل ہوا تو وہ ایک کبوتر کی شکل میں نازل ہوا (متی باب 3 آیت 16) جو ایک کمزور اور نحیف جانور ہے اور بلّی اس کو کھا جاتی ہے۔ مگر جب وہ جبرئیل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تو ایک قوی ہیکل انسان کی صورت میں نازل ہوا جس نے اپنی پوری طاقت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھینچا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا والے واقعہ کی تفاصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب فرشتہ میرے پاس آیا اور میں نے مَا اَنَا بِقَارِیٴٍ کہا تو فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجَهْدَ (بخاری باب بدء الوحی) اس نے مجھے ایسا بھینچا کہ میری مقابلہ کی طاقت بالکل جاتی رہی۔ یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا فرشتہ ایک قوی ہیکل انسان کی صورت میں ظاہر ہوا تھا جبکہ مسیح علیہ السلام پر نازل ہونے والا فرشتہ ایک کبوتر کی شکل میں ظاہر ہوا۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خود کامل قوائے انسانی کے ظہور تھے اور یہی وہ خصوصیت ہے، جس کی طرف طٰهٰ میں اشارہ کیا گیا ہے۔"

(تفسیر کبیر صفحات جلد پنجم 392-401)

احادیثِ مبارکہ

عَنْ اَنَسٍ ؓ قَالَ: مَاسُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاِسْلَامِ شَیْئًا اِلَّا اَعْطَاہُ وَقَالَ جَآءَہٗ رَجُلٌ فَاَعْطَاہُ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَرَجَعَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ: یٰقَوْمِ اَسْلِمُوْافَاِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَآءَ مَنْ لَّا یَخْشَی الْفَقْرَوَاِنْ کَانَ الرَّجُلُ لَیُسْلِمُ مَایُرِیْدُ اِلَّاالدُّنْیَا فَمَا یَلْبَثُ اِلَّا یَسِیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ الْاِسْلَامُ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا عَلَیْھَا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شیئا قط فقال لا۔ مسند احمد صفحہ 3/175-108)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی آنحضرت ﷺ سے اسلام کا واسطہ دے کر مانگا جاتا تو آپؐ حسب استطاعت ضرور دیتے، ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا آپؐ نے اس کو بکریوں کا اتنا بڑا ریوڑ دیا کہ دو پہاڑیوں کے درمیان کی وادی بھر گئی۔ جب وہ بکریاں لے کر اپنی قوم میں واپس آیا تو آ کر کہا لوگو! اسلام قبول کر لو محمد (ﷺ) اس طرح دیتے ہیں جیسے غربت و احتیاج کا انہیں کوئی ڈر ہی نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر کوئی آدمی دنیا کی خاطر اسلام قبول کر لیتا تو کچھ مدت کے بعد وہ محسوس کرنے لگتا کہ دنیا و مافیہا میں سے اسلام سے زیادہ اسے اور کوئی چیز محبوب نہیں۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ؓ قَالَ اضْطَجَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی حَصِیْرٍ فَاَثَّرَ فِیْ جِلْدِہٖ فَقُلْتُ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ کُنْتَ اٰذَنْتَنَافَفَرَشْنَا لَکَ عَلَیْھَا شَیْئًا یَقِیْکَ مِنْہُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَااَنَا وَالدُّنْیَا اِنَّمَا اَنَا وَالدُّنْیَا کَرَاکِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَھَا۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد باب مثل الدنیا صفحہ302)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے جسم پر نشانات تھے۔ میں نے یہ دیکھ کر عرض کیا۔ ہماری جان آپؐ پر فدا ہو اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اس چٹائی پر کوئی گدیلا وغیرہ بچھا دیں۔ جو آپؐ کو اس کھردرے پن سے بچائے یہ سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا "مَا اَنَا وَالدُّنْیَا" مجھے دنیاوی لذتوں سے کیا غرض؟ میں تو صرف ایک مسافر کی طرح ہوں جو کچھ دیر ستانے کی غرض سے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

ارشادات عالیہ امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس خدا کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اور ہر ایک چیز میں ایک قسم کی خوبصورتی رکھی۔ اس نے انسانوں کے نفسوں کو اپنے لئے بنایا اور اپنی ذات کے ساتھ اُنکی بے آرامی کو دُور کیا۔ اور جو کچھ بنایا نہایت استوار اور خوب اور نئی طرز کا اور محکم بنایا اور سورج کو روشن کیا اور چاند کو چمکایا۔ اور انسان کو عزت اور شرف اور مرتبہ بخشا۔ اور اس کے رسول اُمّی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمد اور احمد ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تو سب سے اوّل یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دُنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علّت غائی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اوّل درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت ﷺ پر تمام نبوت کے علم ختم ہوگئے اور آپ پر کامل اور جامع طور وحی نازل کی گئی۔ اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا آپ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپؐ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور ہر ایک سیاہ وسفید کی طرف آپ کو بھیجا اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کیلئے آپ کو پسند فرمایا اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجناب کو معطّر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی اور رسول نہیں کیا گیا۔ خدا نے اپنے پاس سے آپ کو علم دیا اور اپنے پاس سے فہم عطا کیا۔ اور اپنے پاس سے معرفت بخشی۔ اور اپنے پاس سے پاک کیا۔ اور اپنے پاس سے ادب سکھایا اور برگزیدگی کے پانی سے اپنے پاس سے نہلایا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس خدا کی تعریف کرنا واجب ہوگیا جو اس کے ہر ایک کام کا آپ متکفل ہوا۔ اور اپنی پناہ کی چادر کے نیچے جگہ دی اور ہر ایک کام آنحضرتؐ کا اپنی توجہ خاص سے بغیر توسط استادوں اور باپوں اور امیروں کے بنایا۔ اور اپنے پاس سے اُس پر ہر ایک قسم کی نعمت پوری کی۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح نے خدا تعالےٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اُس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا۔ یہاں تک کہ اُس کے ذکروں میں گم اور فنا ہوگیا اور اُس کے اِس قدر تعریف کرنے اور خدا تعالیٰ کو صاحبِ تعریف ٹھہرانے کا سِرّ یہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے متواتر اور پیا پے اُس پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت اُس کے شامل حال کی جس نے ایک طرفۃ العین بھی اُس کو اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا۔ یہاں تک کہ وجہ اللہ نے اس کے دل کو چیر کر اپنا دخل اُس میں کیا۔ اور اپنی محبت میں اُس کو یگانہ بنایا۔ پس اُس محسن کی تعریف کے لئے اُس کے دل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ کی تعریف اُس کی دلی مراد ہوگئی۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز اُس کے کسی کو رسولوں اور نبیوں اور ابدالوں اور ولیوں میں سے عطا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان لوگوں نے اپنے بعض معارف اور علوم اور نعمتیں بتوسط عالموں اور باپوں اور احسان کرنے والوں کے پائی تھیں۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ پایا اور جو کچھ اُن کو ملا اُسی چشمۂ فضل اور عطا سے ملا۔ پس دوسروں کے دل حمدِ الٰہی کے لئے ایسے جوش میں نہ آسکے جیسا کہ ہمارے صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جوش میں آیا۔ کیونکہ اُن کے ہر ایک کام کا خدا ہی متولی تھا۔ پس اسی وجہ سے کوئی نبی یا رسول پہلے نبیوں اور رسولوں میں سے احمد کے نام سے موسوم نہیں ہوا۔ کیونکہ ان میں سے کسی نے خدا کی توحید اور ثناء ایسی نہیں کی جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے۔''

{نجم الہدیٰ (اُردو)، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 3-7}

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خُوب تر ہے خُوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدرُالدُّجےٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اُس نے ہیں اُتارے
میں جاؤں اُس کے وارے بس نا خُدا یہی ہے

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رَہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہ نُما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مُرسلیں ہے
وہ طیّب وامیں ہے اُس کی ثناء یہی ہے

حق سے جو حُکم آئے سب اُس نے کر دکھائے
جو راز تھے بتائے نِعم العطاء یہی ہے

آنکھ اُس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمعِ دیں ہے عینُ الضِیاء یہی ہے

جو رازِ دیں تھے بھارے اُس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے

اُس نُور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وُہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بےخطا یہی ہے

سب ہم نے اُس سے پایا شاھد ہے تُو خُدایا
وُہ جس نے حق دکھایا وُہ مہ لقا یہی ہے

ہم تھے دلوں کے اندھے سَو سَو دلوں میں پھندے
پھر کھولے جس نے جندے وہ مجتبیٰ یہی ہے

اَے میرے ربِّ رحمٰں تیرے ہی ہیں یہ احساں
مشکل ہو تجھ سے آساں ہر دم رجا یہی ہے

خطبہ جمعہ

ہر دن جو حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت پر چڑھتا ہے وہ ہمیں ترقی کی نئی راہیں دکھاتا ہوا چڑھتا ہے
آپؑ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جس نے اس زمانے میں تمام دنیا کو دین واحد پر جمع کرنا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو آج ایک نئے سیٹلائٹ کے ذریعے سے جو عرب دنیا کے لئے خاص ہے ایک نئے چینل mta3 العربیۃ جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے جو 24 گھنٹے عربی پروگرام پیش کرے گا تا کہ عرب دنیا کی پیاسی روحیں، نیک فطرت اور سعید روحیں اُن خزائن سے فیضیاب ہو سکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقسیم فرمائے تھے۔

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
23 مارچ 2007 بمقام مسجد بیت الفتوح لندن

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○
اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

آج 23 مارچ ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں آج کا دن جماعت احمدیہ کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ آج سے 118 سال پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اِذن سے بیعت کا آغاز فرمایا تھا۔ اور یوں جماعت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہ دن اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے اُس وقت اسلام کے جو حالات تھے اس کے بارے میں تھوڑا سا پس منظر بھی بیان کر دیتا ہوں۔

اُس وقت جو مسلمانوں کی حالت تھی، اُس سے ہر مسلمان جس کے دل میں اسلام کا درد تھا۔ بے چین تھا۔ برصغیر میں آریوں اور عیسائی پادریوں اور ان کے مبلغین نے اسلام پر بے انتہا تابڑ توڑ حملے شروع کئے ہوئے تھے۔ انتہائی شدید حملے تھے کہ مسلمان علماء بھی اُس وقت سہمے رہتے تھے۔ اور ان کے پاس ان حملوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔ کچھ تو لاجواب ہونے کی وجہ سے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی جھولی میں گرتے جا رہے تھے اور کچھ بالکل اسلام سے لاتعلق ہو رہے تھے۔

عیسائیت اور دوسرے مذاہب جو حملہ کرنے والے تھے۔ اُس وقت ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اگر کوئی شخص تھا تو ایک ہی جری اللہ تھا، یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام۔ آپ نے پاک و ہند میں اس وقت کے تمام مذاہب یعنی آریہ سماج، برہمو سماج یا عیسائیت کے ماننے والے جو اس وقت اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر تحریر و تقریر سے خوفناک حملے کر رہے تھے ان سب کو اپنی معرکہ آراء کتاب براہین احمدیہ میں جو آپ نے چار حصوں میں تحریر فرمائی تھی ایسے دندان شکن جواب دئے کہ ان کو خاموش کرا دیا۔ اس کا پہلا اور دوسرا حصہ 1880 میں تیسرا حصہ 1882 میں اور چوتھا حصہ 1884 میں شائع فرمایا۔ اس میں آپؑ نے قرآن کریم کے کلام الٰہی اور بے نظیر ہونے اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت میں سچے اور صادق ہونے کی ناقابل تردید دلائل بیان فرمائے اور فرمایا کہ میں نے جو دلائل دیئے ہیں جو ان دلائل ...

رڈ کرے گا اس کے لئے چیلنج ہے کہ ان کا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ بھی دلائل دے دے تو دس ہزار روپے انعام دوں گا جو اس وقت ایک بہت بڑی رقم تھی۔ اس کتاب نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کئے اور ان حملہ آوروں کے منصوبوں کو بھی خاک میں ملایا۔ اسلام کی خاطر آپؑ کے اس جوش کو دیکھ کر آپ سے ارادت کا تعلق رکھنے والے بعض مخلصین آپؑ کی خدمت میں عرض کرتے تھے کہ آپ ہماری بیعت لیں۔ لیکن آپ انکار فرماتے رہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کو اس بات کا حکم نہیں ملا۔

حکم ملنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام والسلام نے ایک اعلان یکم دسمبر 1888 کو تبلیغ کے نام سے فرمایا جس میں آپؑ نے فرمایا کہ:

’’ مَیں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ مَیں ان کا غم خوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں گے۔ یہ ربانی حکم جو آج مَیں نے پہنچا دیا ہے۔

اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:

” اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا ۔ اَلَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ “

” یعنی جب تُو نے اس خدمت کے لئے قصد کر لیا تو خدائے تعالیٰ پر بھروسہ کر اور یہ کشتی ہماری آنکھوں کے رُوبرو اور ہماری وحی سے بنا۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ تجھ سے نہیں خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ہوگا جو ان کے ہاتھ پر ہوگا۔“

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 188 مطبوعہ لندن)

پھر آپؑ نے 12 جنوری 1889 کو ایک اعلان تکمیلِ تبلیغ کے نام سے شائع فرمایا اور اس میں یکم دسمبر 1888 کے اشتہار کا حوالہ دے کر 10 شرائطِ بیعت درج فرمائیں۔ ان شرائط بیعت کو ہم جانتے ہیں لیکن یاد دہانی کے لئے تا کہ یاد تازہ ہو جائے اور احمدی بھی اس سے استفادہ کر لیں۔ اور کیونکہ ایم ٹی اے بڑے وسیع حلقہ میں غیروں میں بھی سنا جاتا ہے وہ بھی اندازہ کر سکیں کہ یہ شرائط کیا ہیں۔ ان شرائط کو مَیں پڑھ دیتا ہوں۔

پہلی شرط آپؑ نے فرمائی: یہ کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوئم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا۔ اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوئم:۔ یہ کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نمازِ تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اُس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرلے گا اور قال اللہ اور قال الرّسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے) عقدِ اخوت محض لِلّٰہ باقرارِ اطاعت درمعروف باندھ کر اس پر تاوقتِ مرگ قائم رہے گا۔ اور اس عقدِ اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ189-190 مطبوعہ لندن)

آج جماعت احمدیہ کا خلافت سے جو رشتہ قائم ہے وہ بھی اس لئے ہے کہ اس عہد بیعت کے تحت ہر احمدی اصل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جوڑ رہا ہے اور پھر اس سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ اور خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ کاش آج کے مسلمان بھی یہ نکتہ سمجھ جائیں اور زمانے کے مسیح کا انکار کرنے کی وجہ سے طرح طرح کی جن مشکلات میں مبتلا ہیں۔ ان سے نجات پائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن جیسا کہ مَیں نے شروع میں بتایا تھا، آنحضرت ﷺ کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا اور قرآن کریم کی حقانیت کو ثابت کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن ہونے کے بعد ایک پاک جماعت کے قیام کا اعلان فرمایا اور بیعت لی۔ آپؑ کا آنحضرت ﷺ سے عشق انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور آپؑ آنحضرت ﷺ کے مقام کی حقیقی پہچان رکھتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اگر کسی کو پہچان تھی تو وہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھی۔

آپ ایک جگہ آنحضرت ﷺ کے مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار دُرود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اُس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی، وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس لئے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اُس کے دل کے راز کا واقف تھا اُس کا تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اُس کی مرادیں اُس کی زندگی میں اُس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذرّیّت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔''

(حقیقۃالوحی روحانی خزائن جلد22 صفحہ118-119 مطبوعہ لندن)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلا دیا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔۔ وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا، وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیا، امام الاصفیا، ختم المرسلین، فخر النبیّین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور دُرود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔''

(اتمام الحجۃ روحانی خزائن جلد8 صفحہ 308 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی جماعت سے بھی یہ توقع رکھتے تھے اور یہ تعلیم دیتے تھے کہ قرآن اور آنحضرت ﷺ سے سچا عشق اور محبت قائم ہو۔ اس لئے شرائط بیعت میں قرآن کریم کی تعلیم اپنے پر لاگو کرنے اور آنحضرت ﷺ پر دُرود بھیجنے کیطرف آپ نے خاص توجہ دلائی ہے۔

ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں:

''اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ

چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوتم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اُس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔ اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد19 صفحہ 13-14 مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کے مقام کی پہچان کروانا اور دوسرے مذاہب کے حملوں سے بچانا تھا اور نہ صرف بچانا بلکہ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانا بھی تھا۔ اُس ہدایت سے دنیا کو روشناس کروانا بھی تھا جو آخری شرعی نبی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے آپ پر اتاری تھی اور جس کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ آخری زمانے میں مسیح و مہدی نے آکر یہ کام کرنا ہے کہ اسلام کو تمام ادیان پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے غالب کرنا ہے۔ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا کہ وہ مسیح و مہدی جو آنا تھا وہ مَیں ہوں اور اپنے دعوے کی سچائی میں آپ نے بیشمار پیشگوئیاں فرمائیں جو بڑی شان سے پوری ہوئیں۔ ان میں زلازل کی پیشگوئیاں بھی ہیں، طاعون کی پیشگوئی بھی ہے، اور دوسری پیشگوئیاں ہیں۔ پس یہ تمام نشانیاں جو آپؑ کی تائید میں پوری ہوئیں، یہ زمینی اور آسمانی آفات کی پیشگوئیاں جو آپ کی تائید میں پوری ہوئیں، یہ آپ کی سچائی پر دلیل تھیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی کہ ہمارے مہدی کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی چاند اور سورج کا خاص تاریخوں میں گرہن لگنا ہے جو پہلے کبھی کسی کی نشانی کے طور پر اس طرح نہیں ہوا کہ نشانی کا اظہار پہلے کیا گیا ہو اور دعویٰ بھی موجود ہو۔ ان سب باتوں کے ساتھ ایک شخص کا دعویٰ کہ آنے والا مسیح و مہدی میں ہوں اگر اپنی امان چاہتے ہو تو میری عافیت کے حصار میں داخل ہو جاؤ۔ یہ سب کچھ اتفاقات نہیں تھے۔ عقل رکھنے والوں کے لئے، سوچنے والوں کے لئے، یہ سوچنے کا مقام ہے۔ احمدی خوش قسمت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس موعود کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کے بعد ہم نے بھی اس پیغام کو جس کو لے کر آپؑ اٹھے تھے، دنیا میں پھیلانا ہے تا کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم ہو اور آنحضرت ﷺ کا جھنڈا تمام دنیا میں لہرائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہ تو ہونا ہے ہم نے تو اس کام میں ذرا سی کوشش کر کے ثواب کمانا ہے۔ ہمارا صرف نام لگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو سعید فطرت لوگوں کو توحید پر قائم کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی امت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اس لئے اس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیجا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں، کیا یورپ اور کیا ایشیا، اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے مَیں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔''

(الوصیة روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306-307 مطبوعہ لندن)

پس یہ خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ اب دنیا میں اپنے اس پاک نبی ﷺ کی حکومت قائم کرے۔ گو آجکل دنیا کے حالات دیکھتے ہوئے یہ بات بظاہر بڑی مشکل نظر آتی ہے لیکن اگر غور کریں تو وہ شخص جو قادیان (جو پنجاب کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔) میں اکیلا تھا۔ اس مسیح و مہدی کی زندگی میں ہی لاکھوں ماننے والے اس کو اللہ تعالیٰ نے دکھا دیئے۔ بلکہ یورپ و امریکہ تک آپ کے نام اور دعوے کی شہرت ہوئی اور آپ کو ماننے والے پیدا ہوئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دن جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت پر چڑھتا ہے وہ

ہمیں ترقی کی نئی راہیں دکھاتا ہوا چڑھتا ہے۔ آج 185 ممالک میں آپؑ کی جماعت کا قیام اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپؑ ہی وہ مسیح و مہدی ہیں جس نے اس زمانے میں تمام دنیا کو دین واحد پر جمع کرنا تھا۔ دنیا کے تمام براعظموں کے اکثر ملکوں میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کی عملی صورت ہمیں بیعتوں کی شکل میں نظر آ رہی ہے۔ آج بھی اگر کوئی اسلام کا دفاع کر رہا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے فیضیاب ہو کر آپ کو ماننے والا ہی کر رہا ہے۔

آج عرب دنیا بھی اس بات کی گواہ ہے کہ عیسائیت کے ہاتھوں گزشتہ چند سالوں سے عرب مسلمان کس قدر زچ ہو رہے تھے، کتنے تنگ تھے۔ اللہ کے اس پہلوان کے تربیت یافتوں نے ہی عرب دنیا میں عیسائیت کا ناطقہ بند کیا۔ کیونکہ آج اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے وہ دلائل قاطعہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی دئے گئے جن سے اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم کیا جا سکتا ہے اور دنیا کے غلط عقائد کا منہ بند کیا جا سکتا ہے آج اتنی آسانی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براہان کی روشنی سے عقائد باطلہ کا جوڑ توڑ کیا جا رہا ہے مختلف وسائل استعمال ہوتے ہیں، یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہے جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس الہام کی صورت میں فرمایا تھا کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا''

یہ پیغام جو اتنی آسانی سے ہم دنیا کے کناروں تک پہنچا رہے ہیں یہ بھی اس بات کی دلیل اور تائید ہے۔ ایک چھوٹی سی غریب جماعت جس کے پاس نہ تیل کی دولت ہے نہ دوسرے دنیاوی وسائل ہیں اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آج کل کی اس دنیا کے ماڈرن ذرائع اور وسائل استعمال کر کے تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا کہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صداقت کی دلیل ہے۔ آج ہم اللہ تعالیٰ کے آپؑ سے کئے گئے وعدوں کو نئے سے نئے رنگ میں پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کے اس الہام کو ایک اور شان کے ساتھ بھی پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کو آج ایک نئے سیٹلائٹ کے ذریعے سے جو عرب دنیا کے لئے خاص ہے ایک نئے چینل mta3 العربیة جاری کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے جو 24 گھنٹے عربی پروگرام پیش کرے گا تاکہ عرب دنیا کی پیاسی روحیں، نیک فطرت اور سعید روحیں اُن خزائن سے فیضیاب ہو سکیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تقسیم فرمائے تھے۔ اس چینل کی وجہ سے مخالفت بھی شروع ہے۔ وہاں عرب میں بھی جماعت کے مخالفین ہیں۔ اس کمپنی کو بھی دھمکیاں مل رہی ہیں جس سے سیٹلائیٹ کا یہ معاہدہ ہوا ہے۔

لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

خدا چاہتا ہے کہ اب یہ پیغام پہنچے اس لئے اب یہ خدا کے منشاء کے مطابق پہنچے گا اور کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ انشاء اللہ۔

یہ دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ان مدد کرنے والوں کو بھی ہر شر سے محفوظ رکھے جو اس پیغام کو پہنچانے میں مدد کر رہے ہیں اور انہیں اپنے معاہدوں پر قائم رہنے کی بھی توفیق دے اور سعید روحوں کو اس روحانی مائدہ سے فیض پانے کی بھی توفیق دے۔ ہمیں اس بارے میں تو ذرا بھی شک نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت انشاء اللہ تعالیٰ اس پیغام کو قبول کرے گی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے۔

ایک الہام ہے --- اِنِّی مَعَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَاحِدٍ

(تذکرہ صفحہ 94 ایڈیشن چہارم 2004، مطبوعہ ربوہ اور ملفوظات جلد 8 صفحہ 266 مطبوعہ لندن ومبر 1984ء)

جو پہلا حصہ ہے اس کا عربی ترجمہ ہے، مَیں تیرے ساتھ ہوں اے رسول اللہ کے بیٹے۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

''یہ امر جو ہے کہ سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ عَلٰی دِیْنٍ وَاحِدٍ۔ یہ ایک خاص قسم کا امر ہے''

فرمایا کہ

''احکام اور امر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک شرعی رنگ میں ہوتے ہیں جیسے نماز

پڑھو، زکوٰۃ دو، خون نہ کرو، وغیرہ۔۔۔اس قسم کے اوامر میں ایک پیشگوئی بھی ہوتی ہے کہ گویا بعض ایسے بھی ہوں گے جو اس کی خلاف ورزی کریں گے۔ غرض یہ امر شرعی ہے۔۔۔

دوسرا امر کونی ہوتا ہے اور یہ احکام اور امر قضا کے رنگ میں ہوتے ہیں جیسے قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا اور وہ پورے طور پر وقوع میں آ گیا۔ (جب آگ کو ٹھنڈے ہونے کا حکم ملا تو وہ ٹھنڈی ہو گئی) اور یہ امر جو میرے اس الہام میں ہے یہ بھی اسی قسم کا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلمانان روئے زمین عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ جمع ہوں اور وہ ہو کر رہیں گے۔ ہاں اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان میں کوئی کسی قسم کا بھی اختلاف نہ رہے۔ اختلاف بھی رہے گا مگر وہ ایسا ہوگا جو قابل ذکر اور قابل لحاظ نہیں۔''

(الحکم جلد 9 نمبر 42 مورخہ 30 نومبر 1905ء صفحہ 2 ملفوظات جلد 8 صفحہ 266-267 مطبوعہ لندن نومبر 1984)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جلد اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے دینِ واحد پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی زندگیوں میں یہ نظارے دیکھیں۔ آج جیسا کہ مَیں نے کہا کہ mta 3 اَلْعَرَبِیَّۃ کا اجراء بھی ہو رہا ہے اس لئے اس مناسبت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں، آپؑ نے عربوں کو مخاطب ہو کر جو پیغام دیا ہے اس کا کچھ حصہ پڑھتا ہوں اس کا تو صرف مَیں ترجمہ ہی پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جلد عرب دنیا کے بھی سینے کھولے اور وہ زمانے کے امام کو پہچان لے۔

آپؑ عرب دنیا کو اپنا پیغام دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''السلام علیکم! اے عرب کے تقویٰ شعار اور برگزیدہ لوگو! السلام علیکم، اے سرزمین نبوت کے باسیو! اور خدا کے عظیم گھر کی ہمسائیگی میں رہنے والو! تم اقوام اسلام میں سے بہترین قوم ہو اور خدائے بزرگ و برتر کا سب سے چنیدہ گروہ ہو۔ کوئی قوم تمہاری عظمت کو نہیں پہنچ سکتی تم شرف و بزرگی میں اور مقام و مرتبہ میں سب پر سبقت لے گئے ہو۔ تمہارے لئے تو یہی فخر کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا آغاز حضرت آدمؑ سے کر کے اس نبی پر ختم کیا جو تم میں سے تھا اور تمہاری ہی زمین اس کا وطن اور مولد و مسکن تھی۔ تم کیا جانو کہ اس نبی کی کیا شان ہے وہ محمد مصطفیٰؐ ہے، برگزیدوں کا سردار، نبیوں کا فخر، خاتم الرسل اور دنیا کا امام۔ آپ ﷺ کا احسان ہر انسان پر ثابت ہے اور آپ کی وحی نے تمام گزشتہ رموز و معارف اور نکات علیہ کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ اور جو معارف حقہ اور ہدایت کے راستے معدوم ہو چکے تھے ان سب کو آپؐ کے دین نے زندہ کر دیا۔ اے اللہ! تو روئے زمین پر موجود پانی کے تمام قطروں اور ذرّوں اور زندوں اور مردوں اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ظاہر ہو یا مخفی ہے ان سب کی تعداد کے برابر آپ ﷺ پر رحمت اور سلامتی اور برکت بھیج۔ اور ہماری طرف سے آپؐ کو اس قدر سلام پہنچا جس سے آسمان کناروں تک بھر جائے۔ مبارک ہے وہ قوم جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کا جوأ اپنی گردن پر رکھ۔ اور مبارک ہے وہ دل جو آپ ﷺ تک جا پہنچا اور آپ ﷺ میں کھو گیا اور آپ ﷺ کی محبت میں فنا ہو گیا۔ اے اس زمین کے باسیو جس پر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے اللہ تم پر رحم کرے اور تم سے راضی ہو جائے اور تمہیں راضی برضا کر دے۔ اے بندگان خدا! مجھے تم پر بہت حسن ظن ہے اور میری روح تم سے ملنے کے لئے پیاسی ہے۔ مَیں تمہارے وطن اور تمہارے بابرکت وجودوں کو دیکھنے کے لئے تڑپ رہا ہوں تاکہ میں اس سرزمین کی زیارت کر سکوں، جہاں حضرت خیر الوریٰ ﷺ کے مبارک قدم پڑے اور اس مٹی کو اپنی آنکھوں کے لئے سرمہ بنا لوں اور مَیں مکہ اور اس کے صلحاء اور اس کے مقدس مقامات اور اس کے علماء کو دیکھ سکوں اور تاکہ میری آنکھیں وہاں کے اولیاء کرام سے مل کر اور وہاں کے عظیم مناظر کو دیکھ ٹھنڈی ہوں۔ پس میری خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں عنایت سے آپ لوگوں کی سرزمین کی زیارت نصیب فرمائے اور آپ لوگوں کے دیدار سے مجھے خوش کر دے۔ اے میرے بھائیو! مجھے تم سے اور تمہارے وطنوں سے بے پناہ محبت ہے۔ مجھے تمہاری روہوں کی خاک اور تمہاری گلیوں کے پتھر سے بھی محبت ہے اور مَیں تم ہی کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتا ہوں۔ اے عرب کے جگر گوشو! اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو خاص طور پر بے پناہ برکات، بے شمار خوبیوں اور عظیم فضلوں کا وارث بنایا ہے۔ تمہارے ہاں خدا کا وہ گھر ہے جس کی وجہ سے اُمّ القریٰ کو برکت بخشی گئے اور تمہارے درمیان اس مبارک نبی کا روضہ ہے جس نے توحید کو دنیا کے تمام ممالک میں پھیلایا اور اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کیا۔ تم ہی میں سے وہ لوگ تھے جنہوں نے

اپنے سارے دل اور ساری روح اور کامل عقل و سمجھ کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کی اور خدا کے دین اور اس کی پاک کتاب کی اشاعت کے لئے اپنے مال اور جانیں فدا کردیں۔ بے شک یہ فضائل آپ لوگوں ہی کا خاصہ ہیں اور جو آپ کی شایان شان عزت واحترام نہیں کرتا وہ یقیناً ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اے میرے بھائیو! مَیں آپ کی خدمت میں یہ خط ایک زخمی دل اور بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ پس میری بات سنو، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔''

(عربی عبارت کا اردو ترجمہ آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 419-422 مطبوعہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''اے عرب کے شریف النفس اور عالی نسب لوگو! میں قلب وروح سے آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے میرے ربّ نے عربوں کے بارے میں بشارت دی ہے اور الہاماً فرماتا ہے کہ مَیں اُن کی مدد کروں اور انہیں سیدھا راستہ دکھاؤں اور ان کے معاملات کی اصلاح کروں اور اس کام کی انجام دہی میں مجھے آپ لوگ انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب وکامران پائیں گے۔ اے عزیزو! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسلام کی تائید اور اس کی تجدید کے لئے مجھ پر اپنی خاص تجلیات فرمائی ہیں اور مجھ پر اپنی برکات کی بارش برسائی ہے اور مجھ پر قسم قسم کے انعامات کئے ہیں اور مجھے اسلام اور نبی کریم ﷺ کی امّت کی بدحالی کے وقت میں اپنے خاص فضلوں اور فتوحات اور تائیدات کی بشارت دی ہے۔ پس اے عرب قوم! مَیں نے چاہا کہ تم لوگوں کو بھی ان نعمتوں میں شامل کروں۔ مَیں اس دن کا شدت سے منتظر تھا۔ پس کیا خدائے ربّ العالمین کی خاطر میرا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو؟''

(عربی سے اردو ترجمہ حمامۃ البشریٰ روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 182-183 مطبوعہ لندن)

پس اے سرزمین عرب کے باسیو! آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمائندے کی حیثیت سے خدائے رب العالمین کے نام پر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس روحانی فرزند کی آواز پر لبیک کہو۔ جس کی تعلیم اور اس کے رسول ﷺ سے عشق کی چند باتیں یا مثالیں میں نے پیش کی ہیں اگر اس مسیح ومہدی کے کلام میں ڈوب کر دیکھو تو خدائے واحد ویگانہ سے تعلق اور پیار اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے عشق اور آپؐ کے لئے غیرت کے جذبات کے علاوہ اس میں اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ صاف دل ہو کر اگر دیکھو گے تو جماعت احمدیہ کی 100 سال سے زائد کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جماعت کی زندگی کا ہر لمحہ خدا تعالیٰ کی تائید ونصرت کے نظارے دیکھتا ہے۔ آج اس سیٹلائیٹ کے ذریعہ سے آپ تک وسیع پیمانے پر یہ پیغام بھی اس تائید ونصرت کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آج یہ انتظام فرمادیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والی ایک چھوٹی سی غریب جماعت، پیسہ پیسہ جوڑ کر، صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس زمانے کے امام کا پیغام تمہیں سیٹلائیٹ کے ذریعہ سے پہنچانے کی سعادت حاصل کررہی ہے۔ پس بدظنی سے بچتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس جری اللہ کی تائید ونصرت کے لئے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کھڑے ہوجاؤ اور مخالفت پر کمر بستہ ہونے کی بجائے اس مسیح ومہدی کی آواز پر کان دھرو جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اپنے وعدے کے مطابق جو اس نے آنحضرت ﷺ سے کیا تھا مبعوث فرمایا ہے۔ پس آؤ اور اس مسیح ومہدی کے منکرین میں شامل ہونے کی بجائے اس کے دست راست بن جاؤ کہ آج امّت مسلمہ بلکہ تمام دنیا کی نجات حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اس عاشق صادق کا ہاتھ بٹانے میں ہی ہے۔

اے عرب کے رہنے والو! دلوں میں خوف خدا پیدا کرتے ہوئے، خدا کے لئے اس درد بھری آواز پر کان دھرو اور اس درد کو محسوس کرو جس کے ساتھ یہ مسیح ومہدی تمہیں پکار رہا ہے۔ آؤ اور اس کے سلطانِ نصیر بن جاؤ۔ یاد رکھو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اُس سے وعدہ ہے کہ اُسے دنیا پر غالب کرے گا۔ تم نہیں تو تمہاری نسلیں اس برکت سے فیض پائیں گی اور پھر وہ یقیناً اس بات پر تأسف اور افسوس کریں گی کہ کاش ہمارے بزرگ بھی آنحضرت ﷺ کے ارشاد کو سمجھتے ہوئے اس عاشق رسول اللہ ﷺ اور مسیح ومہدی کے معین ومددگار بن جاتے اور اس کی جماعت میں شامل ہوجاتے۔ اللہ کرے کہ تم لوگ آج اس حقیقت کو سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ عاجزانہ دعائیں قبول فرمائے آمین۔

(ٹائپنگ: سلیمہ ملک)

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (الاحزاب:57)

شمائلِ نبویؐ کی ایک اجمالی جھلک

مولانا ہادی علی چودھری، پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا

شمائل نبویؐ از ربِّ محمد ﷺ

شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام میں آنحضرت ﷺ کے جن اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ عالیہ کا ذکر فرمایا ہے۔ان میں سے بعض یہ ہیں:

آپؐ کا آنا گویا خدا تعالیٰ کا آنا تھا اور آپؐ کا فعل گویا خدا تعالیٰ کا فعل تھا۔(الانفال:18)

آپؐ کی بیعت خدا تعالیٰ کی بیعت تھی۔(الفتح:11)

آپؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت تھی۔(النساء:81)

آپؐ کا قلبِ صافی اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔(النجم:10)

آپؐ سراپا نور تھے۔(النساء:175)

آپؐ اللہ تعالیٰ کے نور کے مظہر تھے۔ (النّور: 36)

آپؐ سراجِ منیر تھے۔(الاحزاب: 47)

آپؐ مقامِ محمود پر فائز تھے۔(بنی اسرائیل: 80)

آپؐ خاتم النّبیّین تھے۔(الاحزاب:41)

آپؐ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ تھے۔(المائدہ : 36)

آپؐ تمام نبیوں کے سردار تھے اور تمام جہانوں کے لئے رحمت تھے۔(الانبیاء: 108)

آپؐ نوعِ انسانی کو سب سے زیادہ فیض پہنچانے والے تھے۔(النجم:12)

آپؐ ذوالقرنین تھے۔(الکھف:95)

آپؐ خلقِ عظیم پر فائز تھے۔(القلم: 5)

آپ نرم دل اور نرم گفتار تھے۔(الِ عمران: 160 ، قٓ: 46)

آپؐ رؤوف اور رحیم تھے۔(التوبہ:128)

آپؐ مخلوقِ خدا کے لئے دردمند تھے۔(الکھف:7 ،الشعراء:4،فاطر:9)

آپؐ عفو کا بے نظیر نمونہ تھے۔(المنافقون:7)

آپؐ کا ہر آنے والا لمحہ پہلے سے بہتر تھا۔(الضحیٰ:5)

آپؐ کو بکثرت غیب عطا ہوا تھا۔(یوسف:103)

آپؐ ہوائے نفس سے بات نہیں کرتے تھے۔(النجم:5,4)

آپؐ اللہ تعالیٰ کے مثالی اور کامل عبد تھے۔(الجنّ:20،العلق:11)

قرآنِ کریم میں ان کے علاوہ بھی آنحضرت ﷺ کی اور بہت سی صفاتِ حسنہ کا ذکر موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ کی جملہ صفاتِ حسنہ جو قرآنِ کریم میں مذکور ہیں، یہ ان میں سے معدودے چند ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رحمۃ للعٰلمین یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت قرار دیا ہے اور فرمایا کہ آپؐ امت کے شفیع، مخلوقِ خدا کے محافظ اور منجی، انبیاء علیہم السلام کے مصدّق، کرّۂ توحید کی ایک قوس ہیں۔چنانچہ اگر معراج کے نقشہ کو دیکھیں تو آپؐ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اوّل ہیں اور اس کی مخلوق کی سمت سے آخر۔ان مذکورہ بالا صفات میں آپؐ انسان کو اور اللہ تعالیٰ کی دیگر مخلوق کو ایک تحفظ فراہم کرنے والے سائبان کی

طرح نظر آتے ہیں۔ درحقیقت آپؐ کی ان اعلیٰ صفات سے مزیّن ذات پر قرآنِ کریم کی یہ آیت دلالت کرتی ہے:

"وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا"

(الانبیاء:33)

کہ ہم نے آسمان کو محفوظ چھت کے طور پر بنایا ہے۔

اس عظیم آسمان (محمد ﷺ) کی خوبی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ"

(الرحمٰن:8)

اور اس نے آسمان کو اونچا کیا ہے اور اس میں ایک توازن قائم فرمایا ہے۔

یعنی آنحضرت ﷺ اپنے شمائل، اپنی صفات، خوبیوں اور بلندیوں کے لحاظ سے آسمان کی رفعتوں سے بھی بلند ہیں اور آپؐ کی ہر صفت ایسے کمال توازن سے آراستہ ہے کہ جس کی عظمت اور بے نظیری انسان کے احاطۂ تصوّر سے باہر ہے۔ ان شمائل کی حامل ذات کی نظیر نہ زمرۂ انبیاءؑ میں دکھائی دیتی ہے، نہ دیگر انسانوں میں نظر آتی ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی ایسی بے نظیر صنعت کا شاہکار دیگر تمام مخلوقات میں دستیاب ہے۔ اس ذات کا جو جلوہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام نے دیکھا، اس کو انہوں نے اپنی اپنی بصیرت یا عرفان کے مطابق بیان کیا۔

شمائلِ نبویؐ از انبیائے گزشتہ (علیہم السلام)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپؐ کو دیکھا تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھنے والا، کتاب اللہ کی تعلیم دینے والا، معلّمِ حکمت اور مزکّی عالم کے طور پر پایا۔ (البقرہ: 130)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان کے مطابق آنحضرت ﷺ ہر کام اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کرتے تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کے صاحبِ شریعت اور عظیم الشان نبی تھے، آپؐ بنی اسمٰعیل کے صاحبِ شریعت اور صاحبِ عظمت و شان نبی تھے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپؐ کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا تھا۔

(استثناء باب 18 آیت18 و باب 33 آیت3)

حضرت داؤد علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی تجلّی دیکھی تو فرمایا:

"تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔ اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا۔ اے زبردست! تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت میں اقبالمندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا۔ تیرے تیر تیز ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں۔ امّتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔ اے خدا! تیرا تخت ابد الآباد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راستی کا عصا ہے۔ تو نے صداقت سے محبّت رکھی اور بدکاری سے نفرت، اسی لئے خدا تیرے خدا نے شادمانی کے تیل سے تجھ کو تیرے ہمسروں سے زیادہ مسح کیا۔"

(زبور باب45 آیات2 تا 8)

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی کشفی آنکھ سے آپؐ کا جلوہ دیکھا تو آپؐ کی محبت میں سرشار ہوگئے اور فرمایا:

"میرا محبوب سرخ و سفید ہے۔ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ اس کا سرّ خالص سونا ہے۔ اس کی زلفیں پیچ در پیچ اور کوّے کی سی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہیں جو دودھ میں نہا کر لبِ دریا تمکنت سے بیٹھے ہوں۔ اس کے رخسار پھولوں کے چمن اور بلسان کی ابھری ہوئی کیاریاں ہیں۔ اس کے ہونٹ سوسن ہیں جن سے رقیق مُر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ زبرجد سے مرصّع سونے کے حلقے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے پھول بنے ہوئے ہیں۔ اس کی ٹانگیں کندن کے پایوں پر سنگِ مرمر کے ستون ہیں۔ وہ دیکھنے میں لبنان اور خوبی میں رشکِ سرو ہے۔ اس کا منہ از بس شیریں ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ (استثناء باب 18 آیت18 و باب33 آیت 3)۔

(یہاں "سراپا عشق انگیز" دراصل لفظ "محمدیم" کا ترجمہ ہے لیکن یہ ترجمہ اصل لفظ کے معنوں کا حق ادا نہیں کرتا۔ عبرانی میں 'اِیم' عظمت و شان کے اظہار کے لئے یا جمع بنانے کے لئے آتا ہے۔ جب مفرد کے لئے 'اِیم' آئے تو اس سے اس کی بلند شان اور اس کی صفات کی بلندی و رفعت کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ 'محمد' کے معنے بیحد زیادہ تعریف کیا گیا۔ بیحد زیادہ تعریف عشق و محبت کا ایک خاصہ ہے۔ جب بیحد تعریف کے ساتھ 'اِیم' آئے تو یہ مزید بیحدی اور بے

انتہائی کے معنے پیدا کرتا ہے۔اس لئے یہاں بائبل کے مترجمین نے ''محمدیم'' کا اُردو ترجمہ جواُن کی پہنچ میں ہو سکا ''سراپاعشق انگیز'' کے الفاظ میں کردیا ہے۔لیکن یہ ترجمہ محض ایک دوراز کار اور حقیقت پوش ترجمہ ہے۔لفظ 'محمد' کے حقیقی اور اصل معنوں اور اس لفظ کے عرفان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب نجم الہدیٰ اور خطبہ الہامیہ ملاحظہ فرمائیں)۔

اے یروشلم کی بیٹیو! یہ ہے میرا محبوب۔یہ ہے میرا پیارا۔''

(غزل الغزلات باب 5آیت 9تا 16)

اللہ تعالیٰ نے حضرت یسعیاہؑ پر آنحضرت ﷺ کی صفات کی جلوہ گری کی تو آپؑ یوں گویا ہوئے:

''میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔میں نے اپنی روح اس پر ڈالی۔وہ قوموں میں عدالت جاری کرے گا۔۔۔وہ راستی سے عدالت کرے گا۔وہ ماند نہ ہوگا اور ہمّت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے۔جزیرے اس کی شریعت کا انتظار کریں گے۔۔۔خداوند خدا یوں فرماتا ہے۔خداوند نے تجھے صداقت سے بلایا۔میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے دوں گا کہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور اسیروں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیرے میں بیٹھے ہیں قید خانہ سے چھڑائے۔۔۔اَے سمندر پر گزرنے والو اور اس میں بسنے والو! اے جزیرو اور ان کے باشندو! خداوند کے لئے نئے گیت گاؤ۔زمین پر سرتاسر اُسی کی ستائش کرو۔بیابان اور اس کی بستیاں۔قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں۔سلع کے بسنے والے گیت گائیں۔پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں۔وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثنا خوانی کریں۔خداوند بہادر کی مانند نکلے گا۔وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا۔وہ نعرہ مارے گا۔ہاں وہ للکارے گا۔وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔''

(یسعیاہ باب 42 آیات 2تا14)

حبقوق نبیؑ آنحضرت ﷺ کے جلال و انوار کی آفاقی تجلّیات کا اظہار کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''خدا تیمان سے آیا اور قدّوس کوہِ فاران سے۔۔۔اس کا جلال آسمان پر چھا گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوگئی۔اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلتی تھیں اور اس میں اس کی قدرت نہاں تھی۔''

(حبقوق باب3 آیت 3 تا 7)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو باغ کا مالک قرار دیا۔ یعنی آپؐ کا آنا خدا تعالیٰ کا آنا قرار دیا۔

(متی باب 21 آیت33 تا 46)

شمائلِ نبویؐ از نبیؐ کریم ﷺ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپؐ کی سنّت کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا:

''اَلْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِيْ، وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِيْنِيْ،وَالْحُبُّ أَسَاسِيْ، وَالشَّوْقُ مَرْكَبِيْ ، وَذِكْرُاللهِ أَنِيْسِيْ، وَالثِّقَةُ كَنْزِيْ،وَالْحُزْنُ رَفِيْقِيْ، وَالْعِلْمُ سِلَاحِيْ،وَالصَّبْرُ رِدَائِيْ، وَالرِّضَا غَنِيْمَتِي، وَالْفَقْرُ فَخْرِيْ، وَالزُّهْدُحِرْفَتِيْ،وَالْيَقِيْنُ قُوَّتِيْ،وَالصِّدْقُ شَفِيْعِيْ،وَالطَّاعَةُ حَسَبِيْ، وَالْجِهَادُخُلُقِيْ،وَقُرَّةُعَيْنِيْ فِيْ الصَّلَاةِ''

(الشفاء ،فصل فی خوفہ ﷺ من ربّہ و طاعتہ لہٗ.....)

کہ معرفت میرا اصل سرمایہ ہے،عقل میرے دین کی جڑ ہے،محبت میری بنیاد ہے،شوق میری سواری ہے، ذکرِ الٰہی میرا مونس وغمگسار ہے، وثوق میرا خزانہ ہے،غم میرا ساتھی ہے،علم میرا ہتھیار ہے،صبر میری چادر ہے،رضا میری غنیمت ہے،فقر میرا فخر ہے،زہد میرا پیشہ ہے،میری طاقت میرا یقین ہے،صدق میرا ہمجولی ہے، اطاعت میرا حسب ہے، جہاد میرا خُلق ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حضرت عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے جسم پر نشانات تھے۔جنہیں دیکھ کر میں نے عرض کی کہ ہماری جان آپؐ پر فدا ہو۔اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اس چٹائی پر کوئی گدیلا وغیرہ بچھادیں جو آپؐ کو اس سے محفوظ کردے گا۔آپؐ نے فرمایا:

"مَا اَنَا وَ الدُّنْیَا، اِنَّمَا اَنَا وَ الدُّنْیَا کَرَاکِبٍ اِسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَۃٍ ثُمَّ رَاحَ وَ تَرَکَھَا"

کہ مجھے دنیاوی لذّتوں سے کیا غرض؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک مسافر ہو جو ستانے کے لئے سایہ دار درخت کے نیچے کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتا ہے۔

(ابنِ ماجه ابواب الزهدباب مثل الدنیا)

شمائل نبوی ؐ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اخلاقِ آنحضرت ﷺ کہ وہ صد ہا مواقع میں اچھی طرح کھل گئے۔ اور امتحان کئے گئے اور ان کی صداقت آفتاب کی طرح روشن ہو گئی۔ اور جو اخلاق، کرم اور جُود اور سخاوت اور ایثار فتوحات اور شجاعت اور زہد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے، وہ اور بھی آنحضرت ﷺ کی ذاتِ مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دنیا میں آنحضرت سے پہلے کوئی بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحت تامّہ سے روشن ہو گئے ہوں۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت ﷺ پر کھول دیئے۔ سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا نہ کوئی عمارت بنائی، نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی، بلکہ ایک چھوٹے سے کچّے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ ترجیح نہ تھی، اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھائی اور وہ جو دلآزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں۔ پر آنحضرت ﷺ نے اپنے پاک ہاتھوں کو ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا۔ اور اس دن سے جو ظہور فرمایا تا اس دن تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے، بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا۔ اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر معرکۂ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا۔ خالصۃً خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔ غرض جُود اور سخاوت اور زہد اور قناعت اور مَردی اور شجاعت اور محبت الٰہیہ کے متعلق جو جو اخلاقِ فاضلہ ہیں وہ بھی خداوند کریم نے حضرت خاتم الانبیاء ؐ میں ایسے ظاہر کئے کہ جن کی مثل نہ کبھی دنیا میں ظاہر ہوئی اور نہ آئندہ ظاہر ہو گی۔"

(براهین احمدیه حصه سوم روحانی خزائن جلد 1 صفحه 288 تا 291 حاشیه نمبر 11)

"آنحضرت ﷺ کے جس قدر اخلاق ثابت ہوئے ہیں وہ کسی اور نبی کے نہیں۔ کیونکہ اخلاق کے اظہار کے لئے جب تک موقع نہ ملے کوئی اخلاق اخلاق ثابت نہیں ہو سکتا۔۔۔ غرض سب خُلق موقع سے وابستہ ہیں۔ اب سمجھنا چاہئے کہ یہ کس قدر خدا کے فضل کی بات ہے کہ آپ ؐ کو تمام اخلاق کے اظہار کے موقعے ملے۔"

(الحکم 31 جولائی 1902)

فرمایا:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی رہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس راہ نما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

(قادیان کے آریه اور هم۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحه 456)

فرمایا:

”آپؐ کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔“

(الحکم 10/ فروری 1901)

شمائل نبویؐ از صحابہ رضوان اللہ علیہم

آنحضرت ﷺ کا چہرہ سچائی کے نور بلکہ آپؐ کا سراپا تقدس کی آسمانی روشنی سے جگمگ جگمگ کرتا تھا۔حضرت عبداللہ بن سلامؓ بیان فرماتے ہیں:

”جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپؐ کے استقبال کے لئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ ہولیا۔جب میں نے آنحضرت ﷺ کا چہرہ دیکھا تو میں نے ایک یقین محسوس کیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔“

(ترمذی ابواب صفة القیامة و سنن الدارمی کتاب الاستئذان باب فی افشاء السلام)

”حضرت جابر بن سُمرۃؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سرخ چادر اوڑھے روشن چاندنی رات میں باہر تشریف لائے تو میں کبھی آپؐ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو۔مگر بخدا آپؐ چاند سے زیادہ حسین تھے۔“

(ترمذی کتاب الادب باب ماجآء فی الرخصة فی اللبس الحمرة للرجال)

”آنحضرت ﷺ بارُعب اور وجیہہ شکل وصورت کے تھے۔آپؐ کا چہرہ مبارک یوں چمکتا تھا گویا چودھویں کا چاند تھا۔آپؐ خوبصورت درمیانہ قد یعنی پستہ قد سے دراز اور طویل القامت سے کسی قدر چھوٹے تھے۔آپؐ کا سر بڑا متوازن،بال خمدار اور گھنے جو کانوں کی لوتک پہنچتے تھے۔آپؐ کے سر پر مانگ نمایاں تھی۔آپؐ کا رنگ کھلتا ہوا سفید،پیشانی کشادہ،ابرو لمبے،باریک اور بھرے ہوئے تھے جو آپس میں ملے ہوئے نہیں تھے بلکہ درمیان میں سفید جگہ نظر آتی تھی جو کبھی ناراضگی کے وقت نمایاں ہو جاتی تھی۔آپؐ کی ناک خوبصورت باریک تھی جس پر نور جھلکتا تھا اور وہ سرسری دیکھنے والے کو قدرے اُٹھی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔آپؐ کی ریش مبارک گھنی،رخسار نرم اور ہموار،دہن کشادہ، دانت ریخدار اور چمکیلے۔آپؐ کی آنکھوں کے کوئے باریک،گردن صراحی دار چاندی کی طرح شفاف جس پر سرخی جھلکتی تھی۔آپؐ کا جسم بہت معتدل،قدرے فربہ مگر متوازن،شکم وسینہ ہموار لیکن سینہ چوڑا اَور کشادہ،جوڑ مضبوط اور بھرے ہوئے،جلد چمکتی ہوئی نازک اور ملائم،چھاتی اور پیٹ بالوں سے بالکل صاف سوائے ایک باریک سی دھاری کے جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی۔آپؐ کی کہنیوں تک دونوں ہاتھوں اور کندھوں پر کچھ کچھ بال تھے۔آپؐ کی ہتھیلیاں چوڑی اور گوشت سے بھری ہوئی تھیں اور انگلیاں لمبی اور سڈول، پاؤں کے تلوے قدرے بھرے ہوئے۔آپؐ کے قدم نرم اور چکنے کہ پانی بھی ان پر پھسل جائے۔آپؐ جب قدم اُٹھاتے تو پوری طرح اٹھاتے۔آپؐ کی رفتار باوقار لیکن کسی قدر تیز جیسے بلندی سے اُتر رہے ہوں۔جب کسی کی طرف رُخ پھیرتے تو پورا رُخ پھیرتے۔آپؐ نظر ہمیشہ نیچی رکھتے۔یوں لگتا جیسے فضا کی نسبت زمین پر آپؐ کی نظر زیادہ پڑتی تھی۔آپؐ اکثر نیم وا آنکھوں سے دیکھتے۔اپنے صحابہؓ کے پیچھے پیچھے چلتے اور ان کا خیال رکھتے تھے اور ہر ملنے والے کو پہلے سلام کرتے تھے۔“

(شمائل ترمذی باب فی خَلق رسول اللہ ﷺ)

”آپؐ کی داڑھی میں معدودے چند بال سفید تھے جو کہ بیس سے زیادہ نہ ہوں گے۔“

(مسند احمد مسند المکثرین مسند انس ابن مالک)

”آپؐ کا انداز ایسا تھا کہ جیسے کسی مسلسل گہری سوچ میں ہیں اور کسی خیال کے باعث کچھ بے آرامی سی میں ہیں۔آپؐ اکثر چپ رہتے اور بلا ضرورت بات نہ کرتے تھے۔آپؐ جب بات کرتے تو پوری وضاحت کے ساتھ کرتے تھے۔آپؐ کی گفتگو مختصر لیکن فصیح و بلیغ،پُر حکمت اور جامع مضامین پر مشتمل اور زائد باتوں سے خالی ہوتی تھی لیکن اس میں کوئی کمی یا ابہام نہ ہوتا تھا۔آپؐ نہ کسی کی مذمّت وتحقیر کرتے تھے نہ توہین وتنقیص۔آپؐ چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا ظاہر فرماتے تھے۔آپؐ میں شکرگزاری کا رنگ بہت نمایاں تھا۔کسی چیز کی اتنی تعریف نہ کرتے کہ گویا آپؐ کو وہ بیحد پسند ہے۔مزیدار یا بدمزہ ہونے کے لحاظ سے کھانے پینے کی چیزوں کی تعریف یا مذمّت میں زمین و

آسمان کے قلابے ملانا آپؐ کی عادت نہ تھی۔میانہ رَوی آپ کا مستقل شعار تھا۔دنیوی معاملات یا نقصان کی وجہ میں نہ ناراض ہوتے نہ بُرا مانتے لیکن اگر حق کی بےحرمتی ہوتی یا حق غصب کرلیا جاتا تو آپؐ کے غصہ کے آگے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا اور جب ؐ تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی تھی آپؐ چین نہ لے سکتے تھے۔خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کے حقوق کے لئے آپؐ کی غیرت بے انتہا جوش مارتی تھی۔آپؐ کو اپنی ذات کے لئے کبھی غصہ نہ آتا تھا اور نہ اس کے لئے بدلہ لیتے تھے۔

آپؐ جب اشارہ کرتے تو پورے ہاتھ سے کرتے تھے،صرف انگلی نہ ہلاتے تھے۔جب تعجب کا اظہار فرماتے تو ہاتھ کو الٹا دیتے تھے۔جب کسی بات پر خاص زور دینا مقصود ہوتا تو ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے اس طرح ملاتے تھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کو مارتے۔جب کسی ناپسندیدہ بات کو دیکھتے تو اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔جب خوش ہوتے تو آپؐ کی آنکھیں کسی قدر بند ہو جاتی تھیں۔آپؐ کی زیادہ سے زیادہ ہنسی ایک کھلے ہوئے تبسّم کی حدّ تک ہوتی تھی یعنی آپؐ زوردار قہقہہ نہ لگاتے تھے۔ہنستے تو آپؐ کے دندانِ مبارک ایسے نظر آتے تھے جیسے بادل سے گرنے والے سفید اور شفّاف اَولے ہوں۔''

(شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول الله ﷺ)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ فرماتے ہیں:

''میں نے کسی اور شخص کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

(ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی بشاشة النبیّ ﷺ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''میں نے آنحضرت ﷺ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔آپؐ کا ہنسنا ایک دِلآویز تبسّم ہوتا تھا۔''

(بخاری کتاب الادب باب التبسّم و الضحک)

آپؐ خوش ہوتے تو آپؐ کا چہرۂ مبارک ایسے چمکنے لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔

(بخاری کتاب المغازی غزوۂ تبوک حدیث کعب بن مالک)

اس کے ساتھ آپؐ کی یہ بھی کیفیت تھی کہ آپؐ بہت حزین بھی تھے اور ہمیشہ متفکّر بھی،جیسے آپؐ کے لئے کوئی خوشی نہیں تھی۔

(الشفاء ،فصل فی خوفہٖ ﷺ من ربہٖ و طاعتہٖ لہٗ....)

آنحضرت ﷺ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں:

''اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحمِلُ الْکَلَّ وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِیْ الضَّیْفَ وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔''

(بخاری کتاب کیف کان بدأ الوحی)

کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں،کمزوروں کو اٹھاتے ہیں،جو نیکیاں مٹ چکی ہیں،آپؐ ان کو دوبارہ قائم کرتے ہیں،مہمان نوازی اور تکریمِ ضیف کرتے ہیں اور ضروریاتِ حقّہ میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ نے کبھی کسی کو مارا نہیں تھا نہ کسی عورت کو نہ خادم کو۔آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب جہاد کیا۔آپؐ کو اگر کسی نے کبھی تکلیف پہنچائی تو آپؐ نے اس سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ہاں جب اللہ تعالیٰ کے کسی قابلِ احترام مقام کی ہتک یا بےحرمتی کی جاتی تو پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے تھے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدته للاثام...)

''آپؐ کو جب بھی دو باتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا گیا تو آپؐ ان میں سے جو آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے۔لیکن وہ آسان بات اگر گناہ ہوتی تو پھر آپؐ اس سے سب سے زیادہ دُور رہنے والے ہوتے تھے۔''

(مسلم کتاب الفضائل باب مباعدتہؐ للاثام...)

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ حسین،سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ایک رات مدینہ میں

گھبراہٹ کے حالات پیدا ہوئے اور ایک سمت میں شور سا اٹھا۔لوگ اس شور کی طرف نکل پڑے۔ راستہ میں آپؐ ان لوگوں کو واپس آتے ہوئے ملے۔کیونکہ آپؐ سب سے پہلے تیزی کے ساتھ اس شور کی طرف تشریف لے گئے تھے۔آپؐ حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور آپؐ کی گردن میں آپؐ کی تلوار لٹک رہی تھی۔آپؐ لوگوں کو تسلی دے رہے تھے کہ ڈر کی کوئی بات نہیں ہے،ڈر کی کوئی بات نہیں ہے۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فی شجاعة النبی ﷺ و بخاری کتاب الجهاد)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں جب جنگ کا تنور خوب بھڑک اٹھتا اور جنگجوؤں کی آنکھوں میں خون اُتر آتا تو اس وقت ہم آپؐ کی اوٹ لے لیتے تھے۔اور ہم سب سے آگے اور دشمن کے قریب تر رسول اللہ ﷺ ہوا کرتے تھے۔

(مسند احمد مسندالعشرة المبشرین با الجنّة ومن مسند علی بن ابی طالبؓ و مسلم کتاب الجهاد والسّیر باب فی غزوة حنین)

''آپؐ خلقِ عظیم پر قائم تھے اور آپؐ کے اخلاق قرآنِ کریم کا عملی عکس تھے۔''

(مسلم کتاب صلاة المسافرین و قصرها باب جامع صلاة اللیل)

''آپؐ دعا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ''

(مسند احمد مسند الانصار حدیث السیدة عائشةؓ)

کہ اے میرے اللہ! جس طرح تو نے میری تخلیق کو حسین بنایا ہے اسی طرح میرے اخلاق کو بھی حسین بنا۔

''آپؐ سب سے زیادہ سخی تھے۔بھلائی اور سخاوت میں آپؐ موسلا دھار بارش اور اس میں چلنے والی تیز ہوا سے بھی زیادہ تیز رفتار تھے۔''

(بخاری کتاب بدء الوحی)

آپؐ سے جب بھی کچھ مانگا گیا آپؐ نے کبھی ''لَا''نہیں کہا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب ما سئل رسول اللہ ﷺ.....)

''آپؐ کی زندگی انتہائی سادہ تھی اور آپؐ ادنیٰ سے ادنیٰ کام کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔آپؐ اپنے اونٹ کو خود چارہ ڈالتے تھے۔گھر کے کام کاج کرتے تھے۔اپنی جوتیوں کی مرمّت کر لیتے تھے۔کپڑوں کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔بکری دوہ لیتے تھے۔خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔اگر وہ آٹا پیستے کبھی تھک جاتا تو آپؐ اس کی مدد کرتے۔بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لے آتے تھے۔ہر امیر غریب سے مصافحہ کرتے تھے۔سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت بھی دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول فرماتے تھے۔آپؐ نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔آپؐ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ہر ایک سے بشاشت اور مہربانی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ایک دلآویز تبسّم کی جھلک ہر وقت آپؐ کے چہرہ پر رہتی تھی۔آپؐ خدا تعالیٰ کے خوف اور اس کی بے نیازی سے فکر مند رہتے تھے۔آپؐ کے اندر ترش روئی اور خشک طبعی کا نام ونشان نہ تھا۔منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری یا پست ہمّتی کا شائبہ تک نہ تھا۔آپؐ بے مثال سخی تھے مگر اسراف نہیں کرتے تھے اور بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے تھے۔آپؐ نرم دل اور رحیم وکریم تھے۔آپؐ کے کھانے میں بھی میانہ روی تھی یعنی اتنا نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔کبھی حرص وطمع کی وجہ سے ہاتھ نہ بڑھاتے تھے بلکہ آپؐ صبر و شکر اور قناعت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

(اسد الغابه ،محمّد ﷺ و الشّفا)

''آپؐ میں تکبّر کا شائبہ تک نہ تھا۔آپؐ نہ کسی بات پر ناک چڑھاتے تھے اور نہ اس میں کوئی عار سمجھتے کہ آپؐ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں۔''

(مسند الدّارمی باب فی تواضع رسول اللہ ﷺ)

''امانتداری میں آپ کا نمونہ یہ تھا کہ دعوئے نبوّت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ جب حجرِ اسود کو خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو کے وقت نصب کرنے کا وقت آیا تو آپؐ کو دیکھ کر لوگ پکارے کہ محمدؐ آ گئے ہیں، یہ امین ہیں، ہم سب ان کے فیصلہ پر راضی ہیں۔''

(الشّفا، فصل فی عدله ﷺ و امانته و عفته و صدق لهجته)

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پردہ نشین

حیادار کنواری سے بھی زیادہ حیا رکھتے تھے۔ چنانچہ جب کوئی چیز آپؐ کو ناپسند ہوتی تو آپؐ کے چہرہ کے آثار سے ہم آپؐ کی قلبی کیفیت کو پہچان لیتے تھے۔

(بخاری کتاب المناقب باب فی صفة النبی ﷺ)

شمائل نبویؐ از غیر مسلم اصحاب

آنحضرت ﷺ کی سیرت وسوانح کے بیان میں بہت سے غیر مسلم اصحاب نے بھی قلم اٹھایا ہے اور انگریزی اور فرانسیسی کے علاوہ بھی مختلف یورپی زبانوں میں آپؐ کے بارہ میں بکثرت کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جس نے تحقیق کی بجائے صرف بدزبانی اور یاوہ گوئی اختیار کی۔ ان کے ناموں سے اس مضمون کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے۔ پھر مصنفین میں سے ایک طبقہ وہ ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی کردار کشی کی خاطر قلم اٹھایا اور صرف اپنے متعصبانہ جذبات کی تسکین کی ہے۔ انہوں نے سراسر ناانصافی سے ہی نہیں، صریح ظلم سے بھی کام لیا ہے۔ انہوں نے یا تو سچی روایات سے واضح طور پر جھوٹے مطلب اخذ کئے ہیں یا پھر کلیۃً جھوٹی روایات پر بنا کرتے ہوئے خالصۃً اپنی مفتریانہ تحریریں چھوڑی ہیں۔ ان میں سے، پادری فنڈر، پادری عمادالدین اور مارگولیس وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ ان میں سے دوسری قسم کے مصنفین ایسے ہیں جنہوں نے تحقیق کا ایک حدّ تک حق تو ادا کیا ہے مگر ان کی تحقیق کا مقصد بھی چونکہ منفی تھا اس لئے انہوں نے باوجود حقائق سے آشنا ہوتے ہوئے سچائیوں پر پردے ڈال کر اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے باوجود ان کے قلموں سے جگہ جگہ سچائی پھوٹے بغیر نہیں رہ سکی۔ ایسے مصنفین میں سے سرولیم میور اور منٹگمری واٹ وغیرہ کے نام شمار کئے جا سکتے ہیں۔ چوتھے وہ منصف مزاج مصنّف ہیں جنہوں نے غیر جانبدارانہ تحقیق کی اور سچائی کو علی الاعلان بیان کیا اور آنحضرت ﷺ کی حقیقی سیرت کے پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ ان میں سے مشہور مستشرق تھامس کارلائل وغیرہ ہیں۔ مسٹر تھامس کارلائل نے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں تو اکثر بہت سچا تجزیہ پیش کیا ہے مگر قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کے بارہ میں ان کے شبہات دور نہ ہو سکے۔ بہرحال وہ اپنے مشہورِ عالم لیکچروں ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' میں ایک لیکچر ''ہیرو پیغمبر کی شان میں'' (Hero as a Prophet) میں آنحضرت ﷺ کی سیرت وسوانح کا حقیقت پسندانہ اور سچا تجزیہ پیش کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''ابتدائے عمر سے آپؐ میں غور وفکر کی عادت تھی۔ آپؐ اپنے حلقۂ احباب میں ''الامین'' کے لقب سے یاد کئے جاتے کیونکہ حقیقت شعار اور وفادار تھے۔ آپؐ کا ہر فعل، ہر قول اور ہر خیال صداقت و دیانت پر مبنی ہوتا تھا۔ لوگوں نے محسوس کیا کہ آپؐ کا ہر قول پُرمعنی ہوتا ہے۔ آپؐ کم سخن تھے اور بے ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ لیکن جب کبھی بات کرتے تو آپؐ کی گفتگو مدبّرانہ، حکیمانہ اور مخلصانہ ہوتی اور آپؐ ہمیشہ نفسِ مطلب پر روشنی ڈالتے۔ اسی قسم کا کلام گفتگو کے قابل ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے آپؐ کو ساری عمر نہایت متین، محبت کرنے والا اور راستباز پایا۔ آپؐ فطری سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ ساتھ متواضع، ملنسار، دوستی کے قابل اور خوش طبع انسان تھے اور ایک دلفریب تبسّم آپؐ کے چہرہ پر رہتا تھا۔''

''.....آپؐ صاحبِ جمال تھے۔ آپؐ کے حسین چہرہ سے ذکاوت و دیانت ٹپکتی تھی۔ آپؐ کا رنگ گندمی اور آپؐ کی آنکھیں چمکتی ہوئی سیاہ تھیں۔ مجھے تو آپؐ کی وہ رگِ جبیں بھی پیاری معلوم ہوتی ہے جو غصہ کے وقت پھول کر سیاہ ہو جاتی تھی۔ یہ بنو ہاشم کی ایک نشانی تھی جو آپؐ کی پیشانی پر نمایاں ہو جاتی تھی۔ آپؐ اولوالعزم ہونے کے ساتھ منصف مزاج اور صداقت شعار بھی تھے۔''

حضرت خدیجہؓ سے شادی اور حسنِ معاشرت اور آپؐ کے کردار کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ

''اس وقت آپؐ کی عمر پچیس سال کی تھی اور حضرت خدیجہؓ اگرچہ چالیس سال کی ہو چکی تھیں۔۔۔ آپؐ ہمیشہ انہیں سچے دل سے چاہتے رہے اور ان کے سوا کسی اور سے محبت نہیں کی۔ یہ امر کہ آپؐ نے جوشِ شباب کے ختم ہونے تک بالکل معمولی طریقہ پر اور نہایت سادگی وخاموشی کے ساتھ اپنی زندگی کے دن گزارے، بجائے خود ہمارے اس خیال کی تکذیب کرتا ہے کہ آپؐ کی نیّت میں کسی طرح کا مکر وفریب تھا۔۔۔ آپؐ کی زندگی کے تمام خلافِ عادت

واقعات، اصلی ومفروضہ، حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد یعنی پچاسویں سال سے شروع ہوئے۔ اس وقت تک آپؐ کی ساری ''ہوس'' پاک زندگی بسر کرنے کے لئے تھی اور آپؐ کی ''شہرت''، یعنی ہمسایوں کا خیال نیک آپؐ کے لئے بالکل کافی تھا۔ جب بڑھاپا آ پہنچا۔ ساری گرمیٔ شباب ختم ہوگئی اور اس دنیا میں صرف اطمینان وعافیت ہی ایک چیز باقی رہی تو اس وقت آپؐ کو ہوس پرستی کی سوجھی اور اپنے سارے گزشتہ خصائل وفضائل پر پانی پھیر کر ایک ایسی شے کے لئے مکر وفریب اختیار کیا جس سے اب کسی طرح متمتع نہ ہوسکتے تھے، اپنی حدّ تک تو میں اس قیاس کو کبھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ نہیں! نہیں! اس۔۔۔ پاک طینت اور صاف باطن انسان میں جذبۂ ہوس پرستی اور شہرت طلبی نہیں بلکہ کچھ اور ہی خیالات موجزن تھے۔ یہ اس قسم کی بزرگ و برتر جانِ پاک تھی جسے خلوص و صداقت کے بغیر گزر ہی نہیں۔ جس کے خمیر میں خود فطرت اخلاص کو جگہ دیتی ہے۔ جس وقت اور لوگ اوہام میں مبتلا تھے اور اسی پر اڑے رہنے کے لئے جنگ وجدل کررہے تھے، اس شخص کی عقل پر وہم وگمان کا پردہ نہ پڑ سکا۔ وہ اپنی روح اور حقائق اشیاء کے ساتھ سب سے الگ تھا۔۔۔ اس کی نگاہوں کے سامنے رازِ ہستی اپنے بیم ورجا کے ساتھ روزِ روشن کی طرح عیاں تھا۔ جس کے وجود کو کسی قسم کا وہم وگماں پوشیدہ نہ کرسکا۔ یہ صفت جسے ہم نے ''خلوص'' کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا، درحقیقت صفاتِ ایزدی کا ایک پرتَو ہے اور ایسے انسان کی آواز دراصل ہاتفِ غیب کی آواز ہے جسے لوگ انتہائی توجّہ سے سنتے ہیں اور اسے سننا چاہئے کیونکہ اس کے مقابلہ کی ہر چیز ہیچ ہے۔۔۔ آنحضرت (ﷺ) پر خدائے تعالیٰ کا عالمگیر اقتدار ہر وقت عیاں تھا۔''

''کہنے کو کچھ ہی کہا جائے لیکن محمدؐ کے دامن پر کبھی ہوس پرستی کا دھبہ نہیں لگ سکتا۔ سخت غلطی ہوگی اگر ہم آپؐ کو نفس پرست سمجھیں اور یہ خیال کریں کہ آپؐ ذلیل عیش وعشرت نہیں بلکہ کسی بھی طرح کے عیش وعشرت کے عادی تھے۔ آپؐ کا اثاث البیت بہت ہی ادنیٰ قسم کا تھا۔ آپؐ کی غذا معمولی تھی جو عموماً پانی اور جَو کی روٹی پر مشتمل تھی۔ بعض اوقات مہینوں آپؐ کے گھر میں چولہا تک نہ سلگتا۔ عرب مؤرّخین بجا فخر کے ساتھ لکھتے ہیں کہ آپؐ اپنی نعلین خود درست کرتے اور اپنی عبا پر خود پیوند لگاتے۔ آپؐ ایک غریب جفاکش اور تنگدست انسان تھے جنہیں کسی طرح کی محنت ومشقت سے عار نہ تھا۔ غرض آپؐ کسی حیثیت سے بُرے نہیں کہے جاسکتے۔ آپؐ میں تمام خواہشاتِ جسمانی سے اعلیٰ ایک جذبہ کارفرما تھا۔ ورنہ وہ تندخُو عرب جو تئیس سال آپؐ کے زیرِ علَم لڑتے رہے اور جنہیں ہر وقت آپؐ کے ساتھ نشست وبرخاست کا موقع ملا، آپؐ کی اس قدر تعظیم نہ کرتے۔ وہ آتش مزاج لوگ تھے جو ذرا ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتے اور ہر طرح کا فتنہ وفساد برپا کرنے کے لئے تیّار ہوجاتے۔ ان پر سچی قابلیّت اور جرأت کے بغیر کوئی شخص حکمرانی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ لوگ آپؐ کو پیغمبر کہتے تھے۔ حالانکہ آپؐ ان کے رُوبرُو بالکل صاف وسادہ حالت میں بغیر کسی نقاب وحجاب کے کھڑے تھے۔ انہوں نے آپؐ کو عبا سیتے، نعلین درست کرتے، لڑتے، مشورہ کرتے، حکم دیتے، غرض ہر حالت میں دیکھا تھا۔ انہیں اس کا اچھی طرح اندازہ ہؤا ہوگا کہ آپؐ کس قسم کے آدمی تھے۔ اِس وقت ہم آپؐ کو جو چاہیں کہہ لیں لیکن آج تک کسی شہنشاہ نے تاج مرصّع پہن کر اس طرح حکومت نہ کی ہوگی جس طرح اس خرقہ پوش شخص نے کی ہے۔ میرے نزدیک اس کی ذات میں اصلی ہیرو کی وہ تمام صفات موجود تھیں جو اسے تئیس سال کی سخت اور حقیقی آزمائش میں کامیاب کرانے کے لئے ضروری ہیں۔''

''مجھے محمّد کا تصنّع اور ظاہر داری سے کوسوں دور رہنا بہت پسند ہے۔ مادرِ صحراء کا وہ ناتربیت یافتہ فرزند اپنے بل بوتے پر کام کرتا ہے اور اپنی ذات کے متعلق کوئی غلط ادّعا نہیں کرتا۔ اس میں نہ تو غرور وخودنمائی ہے، نہ خوشامد وعاجزی۔ وہ اپنی اصلی حالت میں پایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنی عبا پر خود پیوند لگاتا اور اپنی نعلین خود مرمّت کرتا ہے، دوسری طرف نہایت بے تکلّفی سے ایران کے بادشاہوں اور یونان کے شہنشاہوں کو ان کے فرائض پر توجہ دلاتا ہے۔ غرض وہ اپنے درجہ اور عزّت کا پوری طرح علم رکھتا ہے۔ بدوؤں کے ساتھ خوں ریز معرکہ آرائیوں میں ظلم وستم کے بغیر گریز ممکن نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں رحم وکرم کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ آنحضرت نہ ظلم وستم پر اعتذار کرتے ہیں اور نہ رحم وکرم پر افتخار۔ وہ دونوں آپؐ کے دل کی اصلی صدائیں تھیں جو ارتجالاً بلند ہوئیں۔ آپؐ نے ہمیشہ شیریں زبانی ہی سے کام نہیں لیا بلکہ بوقتِ ضرورت زور دار سختی بھی کی ہے۔ آپؐ میں لگی لپٹی رکھنے کی عادت نہ تھی۔''

"آنحضرت ﷺ کے نزدیک زندگی ہنسی کھیل نہیں تھی۔ وہ نجات اور گمراہی کا معاملہ تھا۔ ازل اور ابد کا سوال تھا۔ آپؐ اس بارہ میں بے انتہا سنجیدہ تھے۔"

(Hero as a Prophet By Thomas Carlyle 1795-1881)

شمائلِ نبویؐ کا یہ ایک مختصر تذکرہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی لاثانی عظیم شخصیّت، ذاتِ والا صفات کا کسی طرح احاطہ نہیں کر سکتا۔ آپؐ کی شان گمان و وہم سے برتر ہے۔ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا کامل مظہر بنایا تھا۔ اس لئے ان صفات کا ظہور بھی آپؐ میں کامل طور پر جلوہ گر تھا۔ گزشتہ صفحات میں آنحضرت ﷺ کی ذات میں ان صفات کا جو توازن نظر آتا ہے وہ کائنات میں حسن کا ایک ترازو ہے جس پر نہ صرف انسان کو بلکہ اس کائنات کی ہر چیز کو پرکھا جا سکتا ہے بلکہ اس پر اس کے حسن کا معیار جانچا جا سکتا ہے۔ حسن کی حقیقی تعریف بھی یہ ہے کہ کسی چیز کی ساخت اور صفات یعنی خَلق اور خُلق میں مکمل توازن ہو۔ جس چیز میں یہ توازن جس قدر زیادہ ہوگا وہ اسی قدر حسین بھی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر کامل حسن آنحضرت ﷺ کی ذات و صفات یعنی آپؐ کے خَلق و خُلق میں موجود تھا وہ اس کائنات کی کسی اور چیز میں موجود نہیں تھا۔

سر ولیم میور کی کجرائی

سر ولیم میور نے اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" کے آخر میں آنحضرت ﷺ کے شمائل کا جو ذکر کیا ہے۔ اس نے اس میں باوجود حقائق کے علم کے اور آپؐ کی سیرت کے ہر پہلو کو نمایاں سچائیوں پر استوار پانے کے اور تابندہ کردار کے حسن کے اقرار کے، یہ تأثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شخصیّت گویا تضادات کا مجموعہ تھی۔ نیز یہ کہ آپؐ کی شخصیّت عدم توازن کا شکار تھی۔ مثلاً ایک یہ کہ مکّی زندگی میں آپؐ کا نمونہ صبر و برداشت والا تھا مگر مدینہ میں آکر آپؐ نے بے رحم جارحیّت اور تشدّد کے نمونے ظاہر کرنے شروع کر دیئے۔ آپؐ کبھی رونے والوں کے ساتھ روتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی خون بہانے پر تسلّی پاتے اور خوش ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ پہلے دنیا سے بت پرستی کے قلع قمع اور مذہب اور نیکی کی ترویج کے لئے انتہائی مہم چلائی اور بعد میں آپ خود پرستی کی طرف مائل ہوگئے۔ وغیرہ وغیرہ

پہلی بات کا جواب تو متعدد مرتبہ جگہ جگہ بیان ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بارہ میں یہ کہنا کہ مدینہ آکر جب آپؐ کو طاقت ملی تو آپؐ نے ہتھیار اٹھا لئے محض تعصب اور جھوٹ پر مبنی دعویٰ ہے۔ آنحضرت ﷺ کے حالات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ آپؐ کو کبھی بھی دشمنوں کے مقابل پر ظاہری طاقت اور ہتھیاروں کے لحاظ سے برتری حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اسی طرح نہ افرادی لحاظ سے آپؐ کے پاس قوّت زیادہ تھی، نہ عددی لحاظ سے اکثریت۔ اگر کسی غزوہ یا سریّہ میں استثنائی طور پر کبھی ایسا ہوا بھی تھا تو اس کی حیثیت استثنائی ہی تھی، حقیقی نہ تھی۔ لیکن جس طرح کسی بھی فردِ بشر کو کسی بیرونی جارحیّت سے اپنے تحفظ کے لئے دفاع کا حق حاصل ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کو بھی یہ حق حاصل تھا۔ بات مکّہ یا مدینہ کی نہیں، نہ ہی کمزوری اور طاقت کی ہے بلکہ اصل معاملہ حکمِ الٰہی کا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آپؐ کو جارحیّت کے خلاف جوابی کارروائی کا حکم مکّی زندگی میں عطا فرماتا تو آپؐ اسی وقت اس کی تعمیل فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دفاع کے لئے قتال کا حکم مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد دوسرے سال میں عطا فرمایا (الحج: 41,40)۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ نے اس کی تفصیلی بحث سیرت خاتم النبیّین ﷺ کے پہلے حصّہ میں کی ہے۔ اس لئے یہاں اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال آنحضرت ﷺ پر، مسلمانوں پر یا مدینہ پر حتّٰی کہ آپؐ کے جانوروں پر بھی جو جارحیّت مسلسل مسلّط رہی اس کے مقابل پر دفاع کا آپؐ کو حق حاصل تھا اور اسی حق کو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے نزول کی وجہ سے استعمال فرمایا۔ اس سے بڑھ کر آپؐ نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ چنانچہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا تھا کہ

"وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا"

(البقرۃ:191)

کہ اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

آنحضرت ﷺ کی لڑائیوں اور جنگی مہمّات کی یہ اصل تصویر ہے جو ہمیں آپؐ کی زندگی میں نظر آتی ہے۔ اس تصویر میں صاف نظر آتا ہے کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دفاع کی اجازت تو تھی مگر زیادتی کی قطعی ممانعت

تھی۔آپؐ کو جہاں سختی کا حکم دیا گیا وہاں وجہ بھی بتائی کہ

"فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَااعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ"

(البقرہ:195)

کہ جوتم پرزیادتی کرے توتم بھی اس پرویسی ہی زیادتی کرو جیسی اس نے تم پر کی ہو۔اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ یقیناً متقیوں کے ساتھ ہے۔

یعنی آپؐ کی دفاعی کارروائی کی وجہ آپؐ کے مخالفین کی زیادتی تھی۔چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ کسی بھی موقع پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے دفاع کے دوران بھی زیادتی نہیں ہوئی۔بلکہ " مَلَكْتَ فَاَسْجِحْ کہ تو دشمن پر قابو پالے تو اس پر نرمی کر" کے بکثرت نمونے ظاہر ہوتے رہے۔اگر خدانخواستہ کبھی کسی اور سے زیادتی ہوئی بھی تو آپؐ نے اس کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا اور اس کی دیت وغیرہ دلائی۔بہرحال جارحیّت کرنے والے حملہ آوروں یا فتنہ پردازوں کی جارحیّت کے خلاف سخت مقابلہ کرنا ہر انسان کا حق ہے۔اس خداداد حق کے استعمال پر اعتراض کرنا انصاف کے خلاف ہے۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ مستشرقین جارحیّت کے مقابل پر دفاع کے واقعات کو ہمیشہ ظالمانہ طور پر تلبیس کر کے پیش کرتے ہیں۔چنانچہ یہاں بھی سر ولیم میور نے بنوقریظہ کی غدّاری پر سزا والے واقعہ کو اس کے اصل موقع اور مقام پر بھی بیان کیا ہے اور پھر اپنی کتاب کے آخر میں تلبیسانہ رنگ میں اسے پھر تحریر کیا ہے۔یعنی اس نے کوشش کی ہے کہ وہ کتاب کے آخر میں پہنچ کر قاری کے ذہن میں آنحضرت ﷺ کی سیرت کو دھندلا دے تا کہ اس پر آخری تأثر منفی قائم ہو۔اس نے یہاں اس واقعہ کی طرف ایسے رنگ میں اشارہ کیا ہے جو قاری کو بھٹکانے والا اور وسوسوں میں الجھانے والا ہے۔اس واقعہ کی حقیقت پر سیرت خاتم النبیّین ﷺ کے پہلے حصّہ میں سیر حاصل تفصیل بیان ہو چکی ہے۔جہاں یہ حقیقت بیان کی جاچکی ہے کہ بنوقریظہ کی بغاوت کے مقدمہ کا فیصلہ کرنے کا اختیار خود بنوقریظہ نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیا تھا۔ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کے لئے جو فیصلہ دیا گیا تھا وہ خود ان کے مقرر کردہ قاضی نے دیا تھا اور ان کی شریعت کے عین مطابق دیا گیا تھا۔اس فیصلہ کا الزام آنحضرت ﷺ کو دینا کس طرح قرین انصاف ہوسکتا ہے۔ولیم میور کا یہ کہنا کہ پورے قبیلہ کو موت کے گھاٹ اتارنے پر آپؐ کو خوشی پہنچ رہی تھی، ایک واضح جھوٹ ہے۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وہاں پورے قبیلہ کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا گیا تھا بلکہ ان میں سے صرف جنگجو افراد کو قتل کیا گیا تھا۔آنحضرت ﷺ کو فیصلہ میں شامل نہ کر کے یہود بنوقریظہ نے خود اپنے آپ پر جو ظلم کیا تھا اس پر آپؐ نے نہ کسی خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور نہ ہی حقیقۃً آپؐ کو یہود کی بغاوت سے اور اس کے نتیجہ میں ان کے مقرر کردہ قاضی کے فیصلہ پر کوئی خوشی تھی بلکہ آپؐ کو یہود کے اس اقدام پر افسوس رہا۔قطعی تاریخی شہادتوں سے ثابت ہے کہ سر ولیم میور کا یہ محض ایک جھوٹا الزام ہے جو اس نے آنحضرت ﷺ پر لگایا ہے۔یہ اس کے قلم کا معمول ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً ایسے بغض کا اظہار کرتا ہے۔اسی طرح کے دیگر واقعات جن میں اسلام کے دشمنوں کے قتل کا ذکر ہے، اس نے اپنی خاص طرز پر بیان کئے ہیں جن کا حقیقت افروز مدلّل جواب پیش کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی سیرت کے متعدد پہلو نمایاں کئے جاچکے ہیں۔

جہانتک اس کی اس بات کا تعلق ہے کہ آپؐ کبھی کسی حالت میں ہوتے تھے اور کبھی کسی حالت میں، یہ صورتحال ہرگز قابلِ اعتراض نہیں ٹھہر سکتی۔کیونکہ موقع ومحل کے مطابق عین صحیح اور مناسب ترین اعمال کا ظاہر ہونا اعلیٰ اخلاق کی نشانی ہے نہ کہ جائے اعتراض۔موقع ومحل کے مطابق صحیح اعمال کا صدور دراصل انسان کی صفات اور اس کے اخلاق کو جانچنے کا بہترین پیمانہ ہے۔جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان کن حالات میں کیسے اخلاق کا مالک تھا۔چنانچہ اس پیمانہ کے مطابق بھی آنحضرت ﷺ اس کائنات کے سب سے زیادہ صاحبِ اخلاق اور افضل البشر قرار پاتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہے۔پھر انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کے سب سے زیادہ مظہر اس کے انبیاءؑ و رسولؑ ہوتے ہیں۔رسولوں میں سب سے کامل مظہرِ صفاتِ باری ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔

جملہ صفاتِ باری تعالیٰ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے تو ساتھ ہی وہ قہّار اور جبّار بھی ہے۔وہ کسی موقع پر سریع الحساب ہے تو کسی مقام پر مہلت یا ڈھیل دیتا چلا جاتا ہے۔کسی کے لئے رزق کی راہیں کشادہ کرتا ہے تو

کسی کے لئے انہیں تنگ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اور بہت سی صفات ہیں جن کا اظہار بظاہر متضاد نظر آتا ہے۔ مگر متفرق اور مختلف صفات کا یہ بروقت اور برموقع اظہار کسی بے ربط و بے ترتیب نظام کی نشاندہی نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ سنّت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے آئینہ میں اگر آنحضرت ﷺ کی ذات کا مطالعہ کریں تو آپؐ اس کی جمیع صفات کے مظہر کامل نظر آتے ہیں۔ اس پہلو میں آپؐ اس حد تک اکمل ہیں کہ کائنات میں کوئی چیز، انسانوں میں سے کوئی انسان اور نبیوں میں سے کوئی نبی آپؐ کے اس یکتا و منفرد مقام کو نہیں پہنچا۔ آپؐ کے اس ممتاز مقام کو تصویری رنگ میں بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

شانِ احمدؐ را کہ داند جز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

کہ احمد (ﷺ) کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے؟ وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گئے کہ آپؐ کے نام کے درمیان میں سے ''میم'' گر گیا۔ یعنی آپؐ کے نامِ احمد میں سے جب 'میم' گر گئی تو آپؐ اس ممتاز مقام پر 'احد' یعنی صرف ایک ہو کر جلوہ گر ہوئے۔ آپؐ اپنے اعلیٰ مقام، بلند مرتبہ اور ارفع شان میں 'احد' منفرد و یکتا ہیں۔

پس آپؐ کی صفات اور اعمال کا اظہار بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح ہر موقع و محل پر اس کے پُرحکمت اور اعلیٰ ترین تقاضوں کے عین مطابق ہوتا تھا۔ جنہیں ولیم میور جیسا ظاہر بین مکدر الباطن انسان سمجھ سکا نہ سمجھ سکتا تھا۔ ذات و صفاتِ رسول ﷺ کا نہ اسے ادراک ہو سکتا تھا نہ ہوا۔ چنانچہ اس نے وہی لکھا جو اس کے متعصب دماغ کی پہنچ میں تھا۔ اس کے برعکس اسی کے ہم مذہب ٹامس کارلائل بھی تو تھے جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی مختلف صفات کو دیکھا تو وہ کچھ لکھا جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔

سر ولیم میور، مارگولیس اور ان کے دیگر ہمنوا آخر کس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی برتر گمان و وہم سے بالا پاک ذات پر طنز کرتے ہیں؟ یہ لوگ کوئی تو انسانی مثال یا مثالی انسان پیش کرتے جس کو بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ٹھہرایا جا سکتا۔ ولیم میور یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر بنایا تھا تو اس کی صورت وہ تو نہیں تھی جو اُن کے یسوع کے ذریعہ دنیا نے دیکھی۔ جو عیسائیوں کے قصوں کے مطابق کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ صرف بارہ حواری بنا سکا جن میں سے ایک نے اسے بیچ بھی دیا اور دوسرے نے اس پر لعنت کی (نعوذ باللہ من ذٰلک)۔ وہ گرفتار ہو کر ساری رات دعا کر کے پھر بھی اپنی مراد نہ پا سکا۔ سپاہیوں کی حراست میں ایک عدالت سے دوسری عدالت تک گھسیٹا گیا۔ جس کو کانٹوں کا تاج پہنایا گیا۔ اس نے بھاری بھرکم صلیب اٹھائی اور کیا کیا ذلّت اس نے نہ اٹھائی اور آخر کار اسے ملعون ثابت کرنے کے لئے یہودیوں نے اسے صلیب پر لٹکا دیا اور اس کے اپنے ماننے والوں نے اسے اسی طرح تسلیم کر لیا۔ کیا اپنے اس یسوع میں وہ کوئی بھی ایسا نمونہ دکھا سکتے ہیں جو ہمارے آقا و مولیٰ، حبیبِ کبریاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہاں، خدا تعالیٰ کی صورت اگر کسی انسان میں نظر آتی ہے تو اس انسانِ کامل میں کامل طور پر نظر آتی ہے جس کا نام محمد ﷺ تھا۔ جس کی آمد کو نبیوں نے خدا تعالیٰ کا ظہور قرار دیا تھا۔ وہ ان کے لئے سراپا رشک خیز تھا اور اپنے ربّ کے حضور سراپا عشق انگیز۔ اسے خدا تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر اتم بنایا تھا اور آپؐ کی ذات میں کامل طور پر ان صفات کا ظہور بھی کیا تھا۔ آپؐ کی سیرت و سوانح کا ذکر حقیقۃً خدائی جلووں سے بھرپور ہے۔ آپؐ کی کتابِ حیات مسلسل ایسے کارناموں سے معمور ہے جن میں محض اور محض خدائی تجلّیاں جگمگ جگمگ کرتی ہیں۔

ان جلووں کو منصف مزاج غیر مسلم مصنّفوں نے جب ذرّہ برابر بھی انصاف کی نظر سے دیکھا ہے تو آپؐ کے اوصاف کے بیان میں رطب اللّسان ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ایسے منصف مزاج بیسیوں ہیں جن کی کتابیں آپؐ کے ذکر اور ثنا سے چھلکتی ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ولیم میور صاحب باوجود گہری تحقیق کے اور جگہ جگہ سچائیوں کے اظہار کے بھی انصاف کا دامن بار بار چھوڑ دیتے ہیں۔ حقیقتوں کو چھپانے کی خاطر ان کی شکست خوردہ قلم بار بار لغزش کھا جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کی خلافِ عقل باتوں کا جواب آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق اور آپؐ کی ذات، صفات اور مقام و مرتبہ کے عارف بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد مسیحِ موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام کی حسبِ ذیل

بصیرت افروز تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف میں اس مسئلہ کو ایک عمدہ مثال میں بیان کیا ہے جو ذیل میں مع ایک لطیف تحقیقات جو اس کی تفسیر سے متعلق اور بحث ہٰذا کی تکمیل کے لئے ضروری ہے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

(النور: 36)

خدا آسمان و زمین کا نور ہے یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے خواہ اجسام میں۔ اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی۔ اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی۔ اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی اُسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ربّ العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبداء ہے اور تمام انوار کا علّت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی ہستی حقیقی تمام عالم کی قیّوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔ یہ تو عام فیضان ہے جس کا بیان اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔ یہی فیضان ہے جس نے دائرہ کی طرح ہر ایک چیز پر احاطہ کر رکھا ہے۔ جس کے فائز ہونے کے لئے کوئی قابلیت شرط نہیں۔ لیکن بمقابلہ اس کے ایک خاص فیضان بھی ہے جو مشروط بشرائط ہے اور اُنہیں افرادِ خاصہ پر فائض ہوتا ہے جن میں اس کے قبول کرنے کی قابلیت و استعداد موجود ہے۔ یعنی نفوسِ کاملہ انبیاء علیہم السلام پر جن میں سے افضل و اعلیٰ ذات جامع البرکات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، دوسروں پر ہرگز نہیں ہوتا۔ اور چونکہ وہ فیضان ایک نہایت باریک صداقت ہے اور دقائق حکمیہ میں سے ایک دقیق مسئلہ ہے اس لئے خداوند تعالیٰ نے اوّل فیضان عام کو (جو بدیہی الظہور ہے) بیان کر کے پھر اس فیضانِ خاص کو بغرضِ اظہارِ کیفیت نورِ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ایک مثال میں بیان فرمایا ہے کہ جو اس آیت سے شروع ہوتی ہے

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ الخ

اور بطور مثال اس لیے بیان کیا کہ تا اس دقیقہ نازک کے سمجھنے میں ابہام اور دقّت باقی نہ رہے کیونکہ معانی معقولہ کو صورِ محسوسہ میں بیان کرنے سے ہر ایک غبی و بلید بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ بقیہ ترجمہ آیاتِ ممدوحہ یہ ہے۔ اُس نور کی مثال (فردِ کامل میں جو پیغمبر ہے) یہ ہے جیسے ایک طاق (یعنی سینہ مشروح حضرت پیغمبر خدا ﷺ) اور طاق میں ایک چراغ (یعنی وحی اللہ) اور چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں جو نہایت مصفّٰی ہے۔ (یعنی نہایت پاک اور مقدّس دل میں جو آنحضرت ﷺ کا دل ہے کہ جو اپنی اصل فطرت میں شیشۂ سفید اور صافی کی طرح ہر یک طور کی کثافت اور کدورت سے منزّہ اور مطہّر ہے۔ اور تعلقاتِ ماسویٰ اللہ سے بکلّی پاک ہے) اور شیشہ ایسا صاف کہ گویا اُن ستاروں میں سے ایک عظیم النور ستارہ ہے۔ جو کہ آسمان پر بڑی آب و تاب کے ساتھ چمکتے ہوئے نکلتے ہیں۔ جن کو کوکب درّی کہتے ہیں۔ (یعنی حضرت خاتم الانبیاءؐ کا دل ایسا صاف کہ کوکب درّی کی طرح نہایت منوّر اور درخشندہ جس کی اندرونی روشنی اس کے بیرونی قالب پر پانی کی طرح بہتی نظر آتی ہے) وہ چراغ زیتون کے شجرہ مبارکہ سے (یعنی زیتون کے روغن سے) روشن کیا گیا ہے۔ (شجرہ مبارکہ زیتون سے مراد وجودِ مبارک محمدیؐ ہے کہ جو بوجہ نہایت جامعیت و کمال انواع و اقسام کی برکتوں کا مجموعہ ہے۔ جس کا فیض کسی جہت و مکان و زمان سے مخصوص نہیں بلکہ تمام لوگوں کے لیے عام علیٰ سبیل الدّوام ہے۔ اور ہمیشہ جاری ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا) اور شجرۂ مبارکہ نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی طینتِ پاک محمدیؐ میں افراط ہے نہ تفریط۔ بلکہ نہایت توسط و اعتدال پر واقع ہے اور احسن تقویم پر مخلوق ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس شجرۂ مبارکہ کے روغن سے جو چراغِ وحی روشن کیا گیا ہے۔ سو روغن سے مراد عقلِ لطیف نورانی محمدی معہ جمیع اخلاقِ فاضلہ فطرتیہ ہے

جواس عقل کامل کے چشمہ صافی سے پروردہ ہیں۔اور وحی کا چراغ لطائفِ محمد یہ سے روشن ہونا ان معنوں کرکے ہے کہ ان لطائفِ قابلہ پر وحی کا فیضان ہوا اور ظہورِ وحی کا موجب وہی ٹھہرے۔اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ فیضانِ وحی ان لطائفِ محمد یہ کے مطابق ہوا۔اور انہیں اعتدالات کے مناسبِ حال ظہور میں آیا کہ جو طینتِ محمد یہ میں موجود تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہر ایک وحی نبی منزّل علیہ کی فطرت کے موافق نازل ہوتی ہے۔جیسے حضرت موسٰی علیہ السلام کے مزاج میں جلال اور غضب تھا۔توریت بھی موسوی فطرت کے موافق ایک جلالی شریعت نازل ہوئی۔حضرت مسیح علیہ السلام کے مزاج میں حلم اور نرمی تھی سو انجیل کی تعلیم بھی حلم اور نرمی پر مشتمل ہے۔مگر آنحضرت ﷺ کا مزاج بغایت درجہ وضع استقامت پر واقعہ تھا، نہ ہر جگہ حلم پسند تھا اور نہ ہر مقام پر غضب مرغوبِ خاطر تھا۔ بلکہ حکیمانہ طور پر رعایتِ محل اور موقعہ کی ملحوظِ طبیعت مبارک تھی سو قرآن شریف بھی اسی طرزِ موزون ومعتدل پر نازل ہوا کہ جامع شدت ورحمت وہیبت وشفقت ونرمی ودرشتی ہے۔سو اس جگہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ چراغِ وحیٔ فرقان اس شجرۂ مبارکہ سے روشن کیا گیا ہے کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔غرض طینتِ معتدلہ محمد یہ کے موافق نازل ہوا ہے۔جس میں نہ مزاجِ موسوی کی طرح درشتی ہے نہ مزاجِ عیسوی کی مانند نرمی بلکہ درشتی اور نرمی اور قہر اور لطف کا جامع ہے۔اور مظہر کمال اعتدال اور جامع بین الجلال و الجمال ہے۔اور اخلاق معتدلہ فاضلہ آنحضرت ﷺ کہ جو بمعیّتِ عقلِ لطیف روغنِ ظہور روشنیٔ وحی قرار پائی اُن کی نسبت ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے اور وہ یہ ہے:

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

الجزو نمبر 29۔

یعنی تو اے نبی ایک خلقِ عظیم پر مخلوق ومفطور ہے۔

یعنی اپنی ذات میں تمام مکارمِ اخلاق کا ایسا متمّم ومکمّل ہے کہ اس پر زیادت متصوّر نہیں۔کیونکہ لفظِ عظیم محاورہ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو مثلاً جب کہیں کہ یہ درخت عظیم ہے تو اس کے یہ معنے ہونگے کہ جس قدر طول وعرض درخت میں ہوسکتا ہے وہ سب اس میں موجود ہے۔اور بعضوں نے کہا ہے کہ عظیم وہ چیز ہے جس کی عظمت اِس حد تک پہنچ جائے کہ حیطۂ ادراک سے باہر ہو۔اور خُلق کے لفظ سے قرآن شریف اور ایسا ہی دوسری کتبِ حکمیہ میں صرف تازہ رَوی اور حسنِ اختلاط یا نرمی و تلطف وملائمت (جیسا عوام الناس خیال کرتے ہیں) مراد نہیں ہے بلکہ خَلق بفتح خا اور خُلق بضم خا دو لفظ ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقعہ ہیں۔خَلق بفتح خا سے مراد وہ صورتِ ظاہری ہے جو انسان کو حضرتِ واہب الصوَر کی طرف سے عطا ہوئی۔جس صورت کے ساتھ وہ دوسرے حیوانات کی صورتوں سے ممیّز ہے۔اور خُلق بضمّ خا سے مراد وہ صورت باطنی یعنی خواص اندرونی ہیں جن کی رُو سے حقیقتِ انسانیہ حقیقتِ حیوانیہ سے امتیاز کلّی رکھتی ہے۔پس جس قدر انسان میں من حیث الانسانیت اندرونی خواص پائے جاتے ہیں اور شجرۂ انسانیت کو نچوڑ کر نکل سکتے ہیں۔جو کہ انسان اور حیوان میں من حیث الباطن مابہ الامتیاز ہیں۔ان سب کا نام خُلق ہے۔اور چونکہ شجرۂ فطرت انسانی اصل میں توسّط اور اعتدال پر واقعہ ہے اور ہر یک افراط اور تفریط سے جو قویٰ حیوانیہ میں پایا جاتا ہے منزّہ ہے۔جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(الجزو نمبر 30)

اس لئے خُلق کے لفظ سے جو کسی مذمت کی قید کے بغیر بولا جائے ہمیشہ اخلاقِ فاضلہ مراد ہوتے ہیں۔اور وہ اخلاقِ فاضلہ جو حقیقتِ انسانیہ ہے، تمام وہ خواص اندرونی ہیں جو نفسِ ناطقۂ انسان میں پائے جاتے ہیں۔جیسے عقلِ ذکا۔سُرعتِ فہم۔صفائیٔ ذہن۔حُسنِ تحفّظ۔حسنِ تذکّر۔عفّت۔حیا۔صبر۔قناعت۔زہد۔تورّع۔جوانمردی۔استقلال۔عدل۔امانت۔صدقِ لہجہ۔سخاوت فی محلّہٖ۔ایثار فی محلّہٖ۔کرم فی محلّہٖ۔مروّت فی محلّہٖ۔شجاعت فی محلّہٖ۔علوِّ ہمت فی محلّہٖ۔حلم فی محلّہٖ۔تحمّل فی محلّہٖ۔حمیّت فی محلّہٖ۔تواضع فی محلّہٖ۔ادب فی محلّہٖ۔شفقت فی محلّہٖ۔رأفت فی محلّہٖ۔رحمت فی محلّہٖ۔خوف الٰہی۔محبتِ الٰہیہ۔اُنس باللہ۔انقطاع الی اللہ وغیرہ وغیرہ۔اور تیل ایسا صاف اور لطیف کہ بن آگ ہی روشن ہونے پر آمادہ (یعنی عقل اور جمیع اخلاق فاضلہ اس نبی معصوم کے ایسے کمال موزونیت ولطافت ونورانیت پر واقعہ کہ الہام سے پہلے ہی خود بخود روشن

ہونے پر مستعد تھے) نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ نور فائض ہوا نور پر (یعنی جب کہ وجود مبارک حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی نور جمع تھے سو اُن نوروں پر ایک اور نورِ آسمانی جو وحی الٰہی ہے۔ وارد ہو گیا۔ اور اُس نور کے وارد ہونے سے وجودِ باجُود خاتم الانبیاء کا مجمع الانوار بن گیا)''

(براھین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 192-195 حاشیہ نمبر 11)

خدا تعالیٰ شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات یا آپؐ کی صفات اور آپؐ کے ہر قول و فعل میں توازن ایسا بے نظیر اور عالی شان اور بدرجۂ اتم موجود تھا کہ اس کائنات میں توازن کے پیمانے ہی آپؐ کی ذات سے متعیّن ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ کی ذات وصفات میں یہ توازن ایسا فطرتی تھا کہ اس کے اظہار کے لئے آپؐ کو کسی کوشش یا تکلف و تکلیف کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، وہ آپؐ میں ہمہ وقت فطرتی اور قدرتی طور پر جھلکتا تھا۔ یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ گزشتہ صفحات میں بیان شدہ سیرت و شمائل کی تفصیل پر مبنی حقیقت ہے۔ آپؐ کے اندر کمال توازن کی ایک ادنیٰ سی مثال یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو فطرتی طور پر سفید رنگ پسند تھا۔ مثلاً آپؐ کے پاس جس علاقہ سے جس رنگ کا کپڑا آتا تھا، آپؐ اسے پہن لیتے تھے لیکن آپؐ ترجیح سفید کپڑے کو دیتے تھے اور آپؐ کا مستقل لباس سفید کپڑوں پر ہی مشتمل تھا۔ یہ آپؐ کے بے انتہاء حسن کی ایک ایسی مثال ہے جو فطرتی توازن پر قائم ہے۔ سفید رنگ اپنے اندر دیگر تمام رنگوں میں سب سے زیادہ رنگوں کا توازن رکھتا ہے۔ اس میں رنگوں کا توازن اس قدر کامل ہے کہ وہ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ (سولہ ملین) رنگوں کے اجتماعی توازن پر قائم ہے۔ اس قدر کامل توازن کسی اور رنگ میں نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ یہی رنگ پسند تھا جو رنگوں کے سب سے زیادہ توازن سے ظہور میں آتا ہے۔ یہ آپؐ کے حسنِ کامل کی محض ایک ادنیٰ دلیل ہے جو صرف ایک نظریاتی بنیاد پر ہی نہیں، انتہائی ٹھوس علمی حقیقت پر بھی استوار ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ حسن متصوّر نہیں ہو سکتا اور درحقیقت لفظ حسن یا تصوّرِ حسن کو بھی اگر خوبصورتی ملتی ہے تو آنحضرت ﷺ ہی کی وجہ سے ملتی ہے۔ بلکہ ہر خوبی اور وصف کو تعریف اور شناخت آپؐ کی ذات والا صفات سے ملتی ہے۔ اس کی گواہی دشمنِ اسلام بھی مہیا کرتے ہیں۔ چنانچہ قریش مکہ کے نمائندہ مکرز نے اس سچائی کی شہادت دیتے ہوئے کہا

''هُوَ الَّذِیْ تُعْرَفُ بِهِ الْبِرُّ وَالْوَفَاءُ''

(زرقانی عمرة القضاء و السیرة الحلبیه)

آپؐ تو وہ ہیں کہ جن کے ذریعہ نیکی اور وفا کی پہچان ہوتی ہے۔

یعنی نیکی اور وفا کا اگر وجود قائم ہے اور ان کو اگر شناخت ملتی ہے تو اس کی وجہ آنحضرت ﷺ کی ذات ہے۔

مکرز وہی شخص ہے جو صلح حدیبیہ کے وقت جب مکّہ والوں کی سفارت لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا تھا تو آپؐ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تھا کہ اس شخص سے بد اخلاقی اور غدّاری کی بُو آتی ہے۔ سبحان اللہ! اسی شخص کے دل کی یہ کیسی بے لاگ آواز تھی؟ یہ آنحضرت ﷺ کی حسنِ سیرت کا امتیاز اور خلقِ عظیم کا اعجاز تھا کہ دشمن بھی آپؐ کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کے دل سے قائل تھے گو تکبّر اور بغض کی وجہ سے دشمنی کی آگ میں جھلس رہے تھے۔ مکرز کے یہ بے اختیار مگر سچائی سے لبریز الفاظ جو اس نے آنحضرت ﷺ کے بارہ میں کہے، بے مثال ہیں۔ ایسے الفاظ تاریخ مذاہب میں آنحضرت ﷺ کے سوا کسی اور کے بارہ میں نہ ملتے ہیں اور نہ ہی کسی اور ذات پر صادق آتے ہیں۔

پس آپؐ کے شمائل کا جہاں تذکرہ ہوتا ہے وہاں اس کائنات کے کامل ترین، منوّر ترین، اعلیٰ ترین اور حسین ترین وجود کا دلکش ترین تصوّر سامنے آجاتا ہے اور آپؐ کے بارہ میں یہ عرفان حاصل ہو جاتا ہے کہ آپؐ کے شمائل حسن و احسان سے لبریز ہیں اور آپؐ کی ذاتِ بابرکات خدا تعالیٰ کی صنعت کا حسین ترین شاہکار ہے۔ اسی صنعت کا ذکر خدا تعالیٰ خود بڑے فخر سے کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ''

کہ اے محمد (ﷺ) اگر تو نہ ہوتا تو میں اس کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

جس طرح کوئی صنعت کار اپنی صنعت کاری کا بہترین ماڈل دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے۔ یعنی وہ بہترین ماڈل اس کی صنعت کی فخریہ پیشکش ہوتی ہے۔ بعینہٖ اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنی تخلیق کی فخریہ

پیشکش کے طور پر پیش فرماتا ہے۔جس طرح ایک تعلیمی ادارہ کسی قابل ترین طالبعلم کو پیش کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ اس قابلیت کے طلبہ تیار کرنا اس ادارہ کے قیام کی غرض و غایت ہے۔بالکل اسی طرح انبیاء علیہم السلام میں سے آنحضرت ﷺ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ آپؐ کو پیدا نہ کرتا تو اس کائنات کی تخلیق کی غرض پوری نہ ہوتی۔

یہ اظہارِ خداوندی اس بات کا گواہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کی صنعت کی سب سے اعلیٰ، کامل اور حسین ترین تخلیق ہیں۔تخلیق کے اس انتہائی تصوّر کو عالمِ وجود میں لانے کی وجہ سے اس کائنات کی تخلیق کی ابتداء کی گئی۔اور پھر عملاً اس شاہکار کو تخلیق کر کے خدا تعالیٰ نے بتایا کہ اس کی کُل تخلیق میں انسان سب مخلوقات میں اشرف ہے اور اشرف المخلوقات میں خدا تعالیٰ کے نبی اس کی بہترین تخلیق ہیں۔لیکن ان سب میں خیر الوریٰ اور خیر البشر، سیّد الانبیاء اور خاتم النبیین ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔پس اس کائنات میں انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا شرف اور ان میں انبیاء علیہم السلام کو خاص ممتاز مقام کی عطا خیر الوریٰ، سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی مرہون ہے۔

آپؐ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود و سلامتی بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مومنوں کو بھی تاکید فرماتا ہے کہ وہ بھی کثرت کے ساتھ نبی کریم ﷺ پر درود و سلامتی بھیجیں۔فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"

(الاحزاب:57)

☆☆☆☆☆

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

☆☆{☆}☆☆

ابرِ کرم کا تسلسل

مبارک احمد عابدؔ

پیاسوں کو جو پانی سے ہے سانسوں کو ہوا سے
ہم ہیں کہ ہمیں ربط ہے اس شمع وفا سے

بجھتے ہی چلے جاتے ہیں دل راہوں میں اس کی
دیوانے بندھے جاتے ہیں اک ایک ادا سے

آنکھیں کہ جھکی جاتی ہیں ان آنکھوں کے آگے
اس بزم میں جب جاتے ہیں ہم دید کے پیاسے

لہجوں کو بھی آجاتے ہیں چاہت کے قرینے
آواز نہ اونچی ہو کبھی اس کی صدا سے

وہ ایک تسلسل ہے رواں ابرِ کرم کا
ہم پائیں شہی پیار کی اس ظلِّ ہما سے

جب چاہو کرو تجربہ تاثیر کا اس کی
دنیا ہی بدل جاتی ہے اک اس کی دعا سے

وہ رنگ ہے خوشبو ہے کہ ہے نور سراپا
تم مل کے تو دیکھو مرے اس مردِ خدا سے

آنگن ہیں اسی نور سے پرنور ہمارے
یہ جان یہ دل اس سے ہیں مسرور ہمارے

محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

امۃ الرفیق، آسٹن ٹیکساس

حضرت محمد مصطفیٰؐ کو قرآن مجید میں ''اسوۂ حسنہ'' کہہ کر یاد فرمایا گیا ہے۔اسی طرح آپؐ کو ''رحمۃ للعٰلمین'' کے لقب سے بھی نوازا گیا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی قرآنی خطابات ہیں مگر اس مضمون کا تعلق ان دو القابات و خطابات سے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام انسانوں کے لئے ایک ''رول ماڈل'' ہے۔یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رحمتِ مجسمؐ کو انسانیت کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا۔

انسانوں کی تقریباً پچاس فیصد آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اور افراد کو عمر کے لحاظ سے بچوں، جوانوں اور بوڑھوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔اگر انہیں پیشہ، منصب، یا سماجی مرتبہ کے لحاظ سے تقسیم کریں تو انسانوں کی کئی قسمیں سامنے آئیں گی۔حاکم اور محکوم، امیر اور غریب، آقا اور محتاج، مسلم اور غیر مسلم، نیک اور گنہگار، ظالم اور مظلوم، شادی شدہ اور مجرد، صاحبِ اولاد اور اولاد سے محروم، صحت مند اور بیمار۔۔۔آپ زندگی کا کوئی پہلو یا معاشرے کا کوئی طبقہ لے لیں حضورؐ کا نمونہ اور تعلیم انسانیت کی راہنمائی کے لئے موجود ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیّبہ تنوع اور وسعت کے لحاظ سے ایک عجیب معجزانہ شان کی حامل ہے۔حضورؐ زندگی میں ہر اہم، مشکل حالت اور کیفیت سے گزرے ہیں۔ہر قسم کے حالات کا حضورؐ کو سامنا کرنا پڑا۔اس میں یہی حکمت تھی کہ حضورؐ انسانیت کے ان طبقات کے لئے ایک کامل اسوہ اور نمونہ بن سکیں۔

حضور نبی کریم ﷺ اپنی یتیمی کے دور میں ایک صابر و شاکر اور مؤدّب بچے کے طور پر نظر آتے ہیں۔عنفوان شباب میں ایک پاکباز جوان، امین اور صادق، کامیاب تاجر، حامل وحی الٰہی، اور شارح وحی الٰہی۔

مکی زندگی میں محکوم اور مظلوم مگر مدنی زندگی میں ایک عادل حاکم اور رحیم و کریم بادشاہ، مُعلّمِ اَخلاق و افکار، جنگ و امن کے مختلف مراحل میں معاملہ فہم، ایک عظیم فاتح جس کی ایک مثال فتح مکہ اور معافی کا اعلان ہے، بے مثال سپہ سالار، قانون ساز اور جج، عائلی زندگی کا ہر نمونہ۔۔۔بچوں کی وفات، وفادار جانثار بیوی کی وفات، شادی شدہ بچیوں کی وفات، ایک پیاری بیوی پر تہمت کا صدمہ، بڑھاپے میں ایک خوبصورت اور کمسن بیٹے کی وفات، جلالت شان کے باوجود سادگی اور عجز و انکسار، اغیار سے عہد و پیمان، دشمنوں سے حسن سلوک۔۔۔میں اس نایاب ہیرے کے کس کس روشن پہلو کا ذکر کروں۔مشیت الٰہی نے حضورؐ کو ان حالات و مراحل سے اس لئے گزارا کہ حضرت رسالت مآبؐ انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ قرار پا سکیں۔اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے۔تورات، زبور، انجیل اور قرآن مجید میں مذکور انبیاء کی تعداد تیس چالیس سے بڑھ کر نہیں۔ان میں سے کوئی ایک بھی ان تمام مراحل سے نہیں گزرا۔اور مزید برآں ان سب کے تفصیلی حالات بھی محفوظ نہیں ہیں۔مگر حضرت نبی کریمؐ کی حیات طیبہ اتنی تفصیل سے محفوظ ہے کہ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ حضورؐ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، غرض ہر حرکت و سکون الفاظ کے سانچے اور سنت کے پیرائے میں محفوظ ہے۔

اب حضورؐ کے اسوہ حسنہ اور آپؐ کی قرآن کریم پر مبنی کامل تعلیم سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حقوقِ نسواں کا علمبردار

حضرت رسول اکرمؐ کو حقوقِ نسواں کا سب سے بڑا Champion قرار دیا جا سکتا ہے۔حضورؐ کی بعثت سے پہلے عورتوں کو کسی بھی ملک اور معاشرے میں کوئی حقوق حاصل نہ تھے۔عرب کے بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔بیچاری عورت نے جائداد اور وَرثہ کیا حاصل

کرنا تھا وہ تو خود ورثہ میں بانٹی جانے والی چیز تھی بعض معاشروں اور خود ساختہ مذاہب میں وہ دینی و روحانی مراتب بلکہ روح (Soul) سے بھی محروم سمجھی جاتی تھی۔ حضورؐ کے لائے ہوئے دین نے اسے انسانی مساوات اور برابری کے حقوق دیئے۔ مثلاً جائداد کی ملکیت کا حق، ورثہ کا حق، شوہر کے انتخاب کی منظوری کا حق، نان ونفقہ کا حق، خلع کی صورت میں ظالم خاوند سے علیحدگی کا حق، بیوہ کو نکاح ثانی کا حق، تحصیل علم کا حق، مذہبی اور روحانی ترقی میں مساوات کی ضمانت، مردوں کی طرح اعمال صالحہ کی قبولیت کی یقین دہانی اُس عورت کُش معاشرے میں حضورؐ نے اس کے بلند مقام کو واضح کرنے کے لئے کیا کیا پیارے اسلوب اختیار فرمائے۔ فرمایا:

ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے

اچھی بیوی اس دنیا کی جنت ہے

بیٹیوں کی پرورش کرنے والے، تعلیم دلانے والے، ان کی اچھی تربیت کرنے والے اور ان کا بیاہ کرنے والے باپ اور سرپرست کو جنت کی بشارت دی گئی، عورت کے حوالے سے لفظ جنت کی تکرار آپ کو اور کسی زبان میں نہ ملے گی! حضورؐ کی اپنی کوئی بہن نہ تھی۔ رضاعی بہن سے حسن سلوک کرکے ہمیشہ کے لئے ایک زندہ مثال قائم فرمادی۔ اس کے بیٹھنے کیلئے اپنی چادر بچھائی۔ اس رضاعی بہن کی خاطر اس کے قبیلے کے تمام اسیر اور قیدی رہا کر دیئے گئے۔ بیوگان اور مطلقہ خواتین کو معاشرے میں عزت کا مقام دینے کے لئے یہ نمونہ قائم فرمایا کہ خود بیوگان اور مطلقہ خواتین سے نکاح کئے۔ (قرآن کریم کی آیات کی شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے) کہ تعدُّد ازواج یعنی چار بیویوں تک کی اجازت بھی تو لامحدود شادیوں کو ایک حد میں کرنے اور بیوگان کا مسئلہ حل کرنے کے لئے تھی۔ اور وہ بھی عدل کی کڑی شرائط کے ساتھ۔

ایک سفر میں اونٹ تیزی سے دوڑنے لگے۔ رفتار آہستہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا دیکھو احتیاط برتو اونٹوں پر قواریر یعنی شیشے سے نازک تر خواتین سوار ہیں۔ ایک سفر میں ام المومنین حضرت صفیہؓ کو سواری پر بٹھانے کے لئے حضورؐ زمین پر اپنا پاؤں بچھا کر بیٹھ گئے اور حضرت صفیہؓ سے کہا کہ آپؐ کے گھٹنے پر پاؤں رکھ کر سوار ہو جائیں۔ حضورؐ عورتوں کے حقوق کے لئے بار بار متوجہ فرماتے رہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر بھی حتّٰی کہ آخری بیماری میں بستر علالت پر بھی عورتوں سے حسن سلوک کرنے کی نصیحت فرمائی۔

بچوں سے شفقت اور اُلفت

حضورؐ ہمیشہ بچوں سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے۔ بچپن میں اگر حسنؓ، حسینؓ اور امامہؓ نماز کے دوران پہنچ جاتے تو آپؐ انہیں اُٹھا لیتے اور رکوع سجدہ میں جاتے وقت زمین پر رکھ دیتے۔ نماز پڑھاتے وقت مسجد میں کسی بچے کے رونے کی آواز پر نماز مختصر کر دیتے کہ لمبی نماز سے اسکی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کے فرزند اسامہ سے بہت پیار تھا۔ کمسن اسامہ ایک دفعہ گر پڑے اور ناک سے خون بہنے لگا۔ گود میں اٹھالیا، خون پونچھا اور پیار کرتے ہوئے فرمانے لگے اگر اُسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے سونے کے زیور پہناتا۔ ضمناً عرض ہے کہ حضورؐ کی آخری بیماری کے وقت یہی اسامہ بن زید 17 برس کا نوجوان تھا۔ آپؐ نے اسے اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور بیماری کے باوجود حضرت عائشہؓ کی اوڑھنی سے پرچم بنا کر اسے عنایت فرمایا۔ حضورؐ کی بیماری کی وجہ سے یہ لشکر روانہ نہ ہوسکا بعد میں حضرت ابوبکرؓ نے اسے اسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری میں روانہ فرمایا اور یہ فتحیاب ہو کر واپس آیا۔ حضورؐ کا یہ حکم تھا کہ جنگ میں بچوں کو قتل نہ کیا جائے اور نہ ہی عورتوں اور بوڑھوں پر تلوار اٹھائی جائے۔

انسانی بچے تو بنی نوع انسان کے بچے تھے حضورؐ تو اتنے رحیم و کریم تھے کہ جانوروں اور پرندوں کے بچوں پر بھی اپنی محبت اور شفقت نچھاور فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے کسی پرندے کے بچے اٹھالئے۔ پرندہ بے تاب ہو کر اِدھر اُدھر اُڑنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا کس نے اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف دی ہے فوراً اس کے بچے اس پرندے کو واپس کردو۔

گنہگاروں کے لئے اُمید کی کرن

گنہگاروں سے عام طور پر نفرت ہی کی جاتی ہے۔ آپؐ نے سمجھایا کہ گناہ کو تو برا سمجھو مگر گنہگار سے نفرت نہ کرو۔ اسے راہِ راست پر لانے کی کوشش کرو۔ گنہگاروں کو امید دلائی کہ سچی توبہ (توبۃُ النصوح) گنہگار کو نوزائیدہ بچے

کی طرح معصوم بنا دیتی ہے۔ مصنوعی کفارے کی ضرورت نہیں۔ توبہ غرغرہ کی حالت سے پہلے قبول کی جا سکتی ہے۔ حضورؐ نے یہ یقین دلایا کہ قبول اسلام سے انسان کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضورؐ معصوم تھے مگر دن رات میں ستر ستر مرتبہ (یعنی کثرت سے) استغفار کر کے امت کو طلبِ مغفرت اور اظہار تشکر کی راہیں دکھائیں۔

اپنے پیروکاروں کو یہ بھی تعلیم دی

لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ

اپنے تئیں پاک نہ سمجھو

اپنے آپ کو عاصی اور گنہگار ہی سمجھو اور عجز کی راہیں اختیار کرو۔

دشمنوں سے عفو و درگزر

اپنوں سے اور دوستوں سے تو سب حسن سلوک کرتے ہیں دشمنوں کو معاف کرنا اور بدخواہوں سے درگزر کرنا ایک عظیم خُلق ہے۔ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ پر کفار مکہ اور دشمنان اسلام نے مظالم کی انتہاء کر دی مگر حضورؐ نے فتح اور غلبہ کے بعد انتقام کی قدرت کے باوجود بدترین دشمن کو کھلے دل سے معاف فرما دیا۔ کفار مکہ سے فتح مکہ کے بعد عفو کا سلوک فرمایا۔ ہند زوجہء ابو سفیان کو بھی جس نے آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کا جنگ اُحد کے دن پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا تھا معاف کر دیا۔ ہند کے غلام وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو نیزہ مار کر قتل کیا تھا اسے بھی معاف کر دیا۔ عبداللہ بن ابی سلول، سردارِ منافقین کی موت کے بعد اس کے کفن کے لئے اپنی قمیص عنایت فرمائی۔ دشمنوں نے ظلم کا کوئی طریقہ نہ چھوڑا اور حضورؐ نے عفو و درگزر کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ابوسفیانؓ فتح مکہ تک جنگ کے شعلے بھڑکاتا رہا مگر اس موقعہ پر حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا وہ بھی امان کا مستحق ہوگا۔ عکرمہ کو بھی اس کی بیوی کی درخواست پر امان دے دی۔ اس شرط کے باوجود کہ وہ اپنے پرانے دین پر ہی قائم رہے گا۔ جب عکرمہ حاضر ہوا تو آپؐ نے اسے اپنی چادر عنایت فرمائی۔ دشمنوں کے جرنیلوں کے ساتھ نرمی کے اس سلوک کا مظاہرہ بیسویں صدی کی متمدّن و مہذّب اقوام سے بھی نہ ہو سکا۔ جاپان اور جرمنی کے جرنیلوں کو جنگی مجرم قرار دے کر تختہء دار پر لٹکا دیا گیا۔

مذہبی رواداری کا پُرجوش داعی

حضرت نبی کریمؐ مذہبی رواداری کے پُرجوش داعی تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے معاً بعد ''میثاقِ مدینہ'' میں یثرب کے یہودی قبائل کو مکمل مذہبی آزادی دی گئی اور اس بات کی ضمانت دی گئی کہ ان کے مقدمات کا فیصلہ شریعت موسوی کے مطابق ہوگا۔ ''میثاقِ مدینہ'' میں مدینہ کے تمام باشندوں کے لئے ''ملّتِ واحدہ'' کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مذہبی گفتگو کے لئے مدینہ آیا تو (قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر موجود ہے، سورۃ ال عمران: 61-62) ایک مرحلہ پر نوبت دعوت مباہلہ تک جا پہنچی۔ اہلِ نجران کو قبول کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ گفتگو کے دوران ایک بار جب مسیحی وفد کی عبادت کا وقت آیا تو انہوں نے عبادت کے لئے رخصت کی اجازت چاہی۔ حضورؐ نے ان عیسائیوں کو مسجد نبوی میں اپنے طریق کے مطابق، اپنے قبلہ کی طرف رُخ کر کے عبادت کرنے کی اجازت دی۔ مسجد نبوی کا مقام تقدّس کے لحاظ سے حرم بیت اللہ کے بعد ہے مگر حضورؐ نے اس میں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت عطا فرمائی۔ یہ مثال مذہبی فراخ دلی کا وہ روشن مینار ہے جس کی شعاعوں سے امن کی شاہراہ ہمیشہ جگمگاتی رہے گی۔

غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں سے پیار

حضرت نبی کریم ﷺ معاشرے کے ٹھکرائے ہوئے طبقات کی دلداری پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔ اصحاب صُفّہ کے لئے حضورؐ نے مسجد نبوی میں ایک چبوترہ اُن کی آماجگاہ کے لئے بنوایا۔ آپؐ بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ ایک غریب عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ قضائے الٰہی سے فوت ہو گئی۔ لوگوں نے کفن دفن کر دیا اور حضورؐ کو جنازہ وغیرہ کی اطلاع نہ دی۔ جب وہ عورت چند دن نظر نہ آئی تو حضورؐ نے استفسار فرمایا صحابہؓ نے اس کی وفات اور تدفین کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے اس بات پر افسوس کیا کہ صحابہؓ نے بروقت اطلاع کیوں نہ دی۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے اس غریب اور بے کس عورت کی قبر پر جا کر اس کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا فرمائی۔

کام کاج کرنے والے مزدوروں کو یہ مژدہ دیا کہ ''اکلِ حلال' عبادت ہے۔ آجر (Employer) کو یہ نصیحت فرمائی کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُجرت ادا کی جائے۔ اس پاک تعلیم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ کوئی شخص مزدور کا حق نہ مارے۔ ایک مرتبہ ایک غریب مزدور روزی کمانے کی غرض سے بازار میں کھڑا تھا۔ اس کی شکل وصورت اچھی نہ تھی اور ویسے بھی اس کا جسم گردوغبار سے اٹا ہوُا اور پسینہ سے شرابور تھا۔ حضورؐ بے پاؤں پیچھے سے گئے اور لاڈ پیار کے طور پر اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔ وہ سمجھ گیا کہ نبی کریمؐ کے علاوہ اور کون اس کی دلداری کر سکتا ہے۔ اس نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا اور حضورؐ سے لپٹ گیا (اٹھکیلیاں کرنے لگا)۔

آپؐ نے طبقاتی کشمکش کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ امراء کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدردانی کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تحدیث نعمت کے طور پر ان نعماء کا اظہار ہونا چاہیئے۔ یہ تعلیم بھی دی کہ ان کی دولت میں غرباء اور مساکین کا حصہ اور حق موجود ہے جو زکوٰۃ، صدقات وخیرات کی شکل میں اُن کو منتقل ہونا چاہیئے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ گورے، کالے، سرخ وسفید کسی کو رنگ ونسل کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہاں ایک پہلو سے فضیلت کو تسلیم کیا اور وہ ہے تقویٰ، عرفان خداوندی اور خشیت اللہ۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

ہر کام میں اعتدال کی تعلیم

سیرت رسول ﷺ کی یہ کہانی تو کبھی ختم نہیں ہوسکتی ایک بات آخر میں ضرور بیان کرنا چاہوں گی۔ دنیا آج بد اعتدالیوں اور افراط وتفریط کے عذاب میں مبتلا ہے۔ معاشرہ اس آگ میں جل رہا ہے۔ ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر کام میں اعتدال اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ کھانے پینے، لباس، معاشرت حتّٰی کہ عبادات یعنی صوم وصلوٰۃ میں بھی میانہ روی اور اعتدال واستقلال کی تعلیم دی۔

چند صحابہ ایک مجلس میں بیٹھ کر گفتگو کر رہے تھے۔ ایک نے کہا میں آیندہ ہر روز روزہ رکھوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ تیسرے نے کہا میں عمر بھر شادی نہیں کروں گا۔ حضورؐ تک یہ بات پہنچی تو آپؐ نے ان صحابہ کو سمجھایا کہ میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا ہوں مگر رات کو سوتا بھی ہوں اور نوافل بھی پڑھتا ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں یعنی کئی کئی دن روزے نہیں رکھتا اور نکاح میری سنت ہے یعنی میں نے شادیاں بھی کی ہیں۔ یہی راہِ اعتدال حضورؐ کی صحیح اور سچی تعلیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضورؐ کے اسوہ حسنہ اور تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اِظہارِ تعزیت

ادارہ 'رسالہ النور USA' حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان) کی وفات پر سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، محترمہ بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور ان کے بچوں سے دِلی اظہارِ افسوس کرتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ کی زندگی خدا کی خوشنودی کے حصول کی کوشش، جماعت سے کامل وفا اور فدائیت کے جذبوں سے بھرپور تھی۔ آپ نے نہ صرف خود مکمل طور پر درویشانہ زندگی گزاری بلکہ ہمیشہ جملہ درویشان سے بے انتہاء پیار اور عزت کا سلوک رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام قربانیوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ تمام اَعزّہ واقارب اور جماعت کو اس صدمہ کو صبر سے جھیلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو ہمیشہ ایسے جلیل القدر، قابلِ فخر مخلص وجود اور سلطانِ نصیر عطا فرماتا رہے۔ آمین۔

(ایڈیٹر)

مکرم مرزا عبد الصمد احمد صاحب

سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ کا ایک انٹرویو

مرتبہ: محمود احمد ملک

مکرم مرزا عبد الصمد احمد صاحب نے بتایا کہ اکتوبر 1987 میں اُنکی تقرری بطور سیکرٹری مجلس کارپرداز ہوئی، تب سے کارکنان میں اضافہ کے ساتھ ساتھ موصیان کی سہولت کے لئے کچھ نئے شعبہ جات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ جن میں شعبہ استقبال اور شعبہ کمپیوٹر بھی شامل ہے۔ شعبہ کمپیوٹر کے تحت تمام پرانے موصیان کا ریکارڈ اور جملہ کوائف کمپیوٹر میں محفوظ کئے جا چکے ہیں۔ سالانہ حساب کتاب کمپیوٹرائزڈ ہر موصی کو بھجوایا جاتا ہے۔ ہر چند کہ یہ تمام ریکارڈ رجسٹروں میں بھی درج ہوتا ہے۔

ربوہ کا نقشہ یکم فروری 1949 کو منظور ہوا جو پنجاب کے ٹاؤن پلینر مسٹر حبیب جے۔ اے سومجی نے تیار کیا تھا اور اس پر نواب محمد عبداللہ خان صاحب نے بحیثیت چیف سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ پاکستان دستخط کئے تھے۔ اس نقشہ میں ربوہ کی شمالی جانب پہاڑیوں کے دامن میں 75 کنال پر مشتمل اراضی قبرستان بہشتی مقبرہ کے نام سے مختص کی گئی تھی۔ 1989 میں اس میں توسیع کرتے ہوئے مزید 24 کنال اراضی شامل کی گئی اور اب یہ کُل 99 کنال پر مشتمل ہے۔

بہشتی مقبرہ ربوہ میں سب سے پہلی تدفین محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ اہلیہ محترم چوہدری برکت علی صاحب وکیل المال اوّل تحریک جدید کی ہوئی جنہوں نے 27 اپریل 1949 کو وفات پائی تھی۔ بعد میں بعض دیگر موصیان بھی یہاں منتقل کئے گئے جو قیام پاکستان کے بعد امانتاً اپنے علاقوں میں دفن کئے گئے تھے۔ مثلاً حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ۔

بہشتی مقبرہ کو بلاکس اور قطعات میں 1952 میں تقسیم کیا گیا۔ 1953 میں حضرت اماں جانؓ کی وفات کے وقت موجودہ چاردیواری کا قیام عمل میں لایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت کے مطابق تقریباً درمیان میں یہ جگہ مختص کی گئی اس طرح کہ اس کے چاروں طرف صحابہؓ کرام کی قبریں ہوں۔

1987 میں اس چاردیواری میں پہلی بار توسیع کی گئی۔ اس چاردیواری میں خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے وہی افراد دفن ہو سکتے ہیں جن کی غیر معمولی جماعتی خدمات ہوں۔ اسی طرح خاندان مسیح موعودؑ سے تعلق نہ رکھنے والے احباب بھی خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی اجازت سے چاردیواری میں دفن ہو سکتے ہیں۔

ویسے تو غیر موصی بہشتی مقبرہ میں دفن نہیں ہو سکتا لیکن رسالہ الوصیت کی ہی ایک شق کے تحت جب ایسا امر سامنے آئے تو اس پر غور ہو سکتا ہے لیکن یہ اختیار خلیفۃ المسیح کو ہی حاصل ہے کہ وہ جو مناسب سمجھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی کئی ایسے بزرگان کو بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جانے کی اجازت دی مثلاً حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، اسی طرح حضرت شہزادہ عبداللطیف صاحبؓ کی یادگار وہاں نصب کی گئی۔ پھر حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ بھی حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر بغیر وصیت کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن کئے گئے۔ نیز جمال احمد شہید بھی وہ خوش نصیب نوجوان ہیں جن کی وصیت تو نہ تھی لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد پر بہشتی مقبرہ ربوہ میں ان کی تدفین ہوئی، یہ مکرم جمال احمد صاحب ہیں جو لاہور کے رہنے والے تھے اور 1953 کے فسادات میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ یہاں یہ وضاحت کرتا چلوں کہ بعض ایسے موصیان بھی دفن کئے جاتے ہیں کہ جن کی پہلے وصیت اس رنگ میں تو نہیں ہوئی ہوتی کہ ان کی وصیت منظور ہوئی ہو، بلکہ یہ علم میں آتا ہے کہ فوت ہونے والے کی خواہش تو تھی یا یہ کہ وصیت فارم منگوایا تھا لیکن مکمل نہیں کر سکا یا اس جیسی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں دیکھنے والی بات صرف یہ ہے کہ اگر مرنے والا زندہ رہتا تو اپنی وصیت کو تکمیل تک پہنچاتا تو ایسے معاملات مجلس میں پیش ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور حضور انور کی منظوری سے انہیں باقاعدہ موصی قرار دے کر بہشتی مقبرہ میں دفن کیا جاتا ہے، یوں کہہ لیں کہ ان کی وصیت کا پروسیجر (Procedure) ان کی وفات کے بعد مکمل ہوا اور یہ جو میں نے ذکر کیا ہے اس کی مثال کے طور پر مکرم صاحبزادہ مرزا غلام قادر صاحب بھی ہیں۔ اس ضمن میں ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ابن حضرت

صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب بہت بیمار ہوئے اور بچنے کے امکانات بھی کچھ بہت زیادہ نہ تھے۔۔۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ عیادت کے لئے جایا کرتے تھے اور ایک دن اپنے ساتھ وصیت فارم لے گئے کہ وصیت کی تحریک کریں گے لیکن شاید شدت جذبات سے آپ اظہار نہ کر سکے ہوں۔ آپ واپس چلے آئے اور ان کی والدہ صاحبہ کو فارم دے آئے۔ وصیت کرنے کی خواہش تو یقیناً ہوگی، فارم پُر ہو کر دفتر وصیت میں پہنچا تو اس وقت کے سیکرٹری مجلس کارپرداز حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ نے یہ کہہ کر وصیت کو منظور نہ فرمایا کہ یہ قواعد کے مطابق نہیں کیونکہ مرض الموت کی وصیت ہے۔ حضورؓ نے اس پر کچھ نہیں فرمایا اور خاموش رہے لیکن جب مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات ہوئی تو آپؓ نے انہیں بہشتی مقبرہ میں دفن کئے جانے کا ارشاد فرمایا۔

قبروں پر کتبات کی عبارت مجلس کی اجازت اور منظوری کے بغیر نہیں لکھی جا سکتی، اور عبارت کے الفاظ معین اور واقعی قابل ذکر ہونے چاہئیں، وگرنہ نیکی تقویٰ اور پرہیزگاری تو موصی کی بنیادی شرائط میں ہی شامل ہے۔ اس طرح یہ تو قابل ذکر اس لئے نہیں ہو سکتے کہ لفظ 'موصی' میں ہی یہ ساری باتیں شامل ہیں۔ ہاں نمایاں جماعتی خدمات ہوں یا حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات میں سے کوئی عبارت بنائی گئی ہو تو اس کی ہر طرح کی تسلی اور تصدیق و توثیق کے بعد مجلس کی منظوری سے اجازت دی جاتی ہے۔ اسی طرح تدفین کے بعد موصی کے ورثاء اور لواحقین سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ خود کتبہ لگوانا چاہیں گے یا دفتر لگا دے، کیونکہ اگر کوئی وارث کتبہ نہیں لگاتا تو یہ ذمہ داری دفتر کی ہے کہ وہ لگائے گا، لیکن اگر موصی کے ورثاء کتبہ لگوانا چاہتے ہوں تو عبارت کے طریق کار کا تو ذکر ہو چکا، کتبے کا سائز بھی مقرر شدہ ہے اس سے بڑا سائز قابل قبول نہیں ہوتا اور کتبے کی پشت پر بھی کوئی نام یا عبارت لکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی اور یوں ایک سادہ اور پُر وقار خوبصورتی ہم بہشتی مقبرے میں دیکھ سکتے ہیں۔

کچھ عرصہ سے یہ تمام ملکوں میں تحریک کی جا رہی ہے کہ اپنے اپنے ملک میں 'مقبرہ موصیان' قائم کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے گویا پہلے ہی ہمیں ایسے حالات کا سامنا کرنے کے لئے ایک حل بتلا دیا تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی موصی کی موت ایسی ہو کہ جہاں سے میت کو لانا متعذر ہو تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں اور جائز ہوگا کہ ان کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے۔ چنانچہ بہت سے ملکوں میں ایسے مدفون موصیان کے کتبہ جات 'یادگار' کے طور پر یہاں لگائے جاتے ہیں۔

چند ایک استثنائی مثالیں تو ہیں کہ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے درخواست کی تھی کہ انہیں اسی قطعہ میں دفن کئے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے اور قبر کی جگہ ریزرو رکھی جائے جہاں ان کے والدین دفن ہیں، ایسا ہی محترم چوہدری شاہنواز صاحب کی اہلیہ مجیدہ شاہنواز صاحبہ، اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے درخواست کی تھی جسے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے منظور فرمایا تو یہ استثنائی مثالیں ہیں وگرنہ عام ترتیب کے مطابق ہی تدفین ہوتی ہے، ہاں چار دیواری کے قریباً سامنے غربی جانب ایک قطعہ ایسا Reserve ہے جسے قطعہء خاص کہا جاتا ہے، حضرت مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اس قطعہ کو مخصوص کر دیا جائے جہاں وہ موصیان دفن ہوں جن کو نمایاں جماعتی خدمات کی توفیق ملی ہو۔

وصیت کرنے والے کو چاہئے کہ رسالہ الوصیت کو بار بار پڑھے پھر وہ وصیت فارم حاصل کرے۔ اور اسے مکمل طور پر پُر کرے، کسی قسم کی کٹنگ یا مٹانے کی چیز استعمال نہ کی گئی ہو۔ جائیداد کا کالم بھی پُر کرے۔ جائیداد کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں، پہلی قسم تو جائیداد منقولہ کہلائے گی مثلاً زیورات، شیئرز، حق مہر، پرائز بانڈز، نقدی وغیرہ اور دوسری قسم غیر منقولہ از قسم مکان، پلاٹ، زمین وغیرہ۔ اسکے علاوہ عام استعمال کی اشیاء جائیداد میں شمار نہیں ہونگی جیسے سائیکل، کمپیوٹر، سلائی مشین وغیرہ۔ ہاں ایسی مستعمل اشیاء جو موصی کے مرنے کے بعد ترکہ کہلائے اور قیمتی ہو تو وہ جائیداد شمار ہوگی مثلاً گاڑی وغیرہ۔

حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ہی ادا کرنے کی آسانی کئی طرح سے پیدا کی گئی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ وفات کے وقت بعض اوقات بڑی رقم کی فوری ادائیگی کا انتظام کرنا مشکل ہوتا ہے، گو کہ ایسے مواقع پر یہ طریق بھی مقرر ہے کہ پھر دو ذمہ دار قابلِ قبول افراد کی شخصی ضمانت سے معاملہ طے پا جاتا ہے لیکن کبھی ایسا ممکن نہیں ہوتا تو پھر موصی کی بہشتی مقبرہ کے باہر امانتاً تدفین ہوتی ہے اور ادائیگی کے بعد پھر بہشتی مقبرہ میں نعش منتقل کی جاتی ہے جو ورثاء اور خود دفتر کے لئے ایک تکلیف دہ امر ہوتا ہے کہ موصی نے اس لئے وصیت نہیں کی تھی، اسکی تو خواہش یقیناً یہی ہوگی کہ وہ ظاہری طور پر بھی ایسی جگہ دفن ہو جس کے لئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے دعائیں کی تھیں اور وہ ان دعاؤں کا مورد بنے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 16 مارچ تا 22 مارچ 2007)

انسان کے حوالے سے

فرحانہ بنگش

عبادت

اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی کئی شکلیں اور قسمیں ہیں۔ان کا شمار ناممکن ہے۔ مگر ایک بات طے ہے کہ ان سب میں انسان کو ''اشرف المخلوقات'' کا مقام حاصل ہے جسے کرّمنا بنی آدم، کا تاجِ زرّیں پہنایا گیا ہے۔اس کے ساتھ اُسے عبادت کی توفیق بھی عطا فرمائی گئی اور یہ استعداد بھی ودیعت کی گئی ہے کہ ہمت کرے تو فرشتوں کو بھی پیچھے چھوڑ سکتا ہے۔عبادت ایک تعلق ہے بندے اور مالکِ حقیقی کے درمیان۔اگر سوچا جائے تو عبادت محبت کا اظہار ہے۔جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ لوگ میری یاد میں نماز پڑھتے ہیں۔اس یاد کا تعلق قلب سے ہے جو محبت کا مرکز و مہبط ہے۔اس یاد کو عملی رنگ دے کر اپنے اپنے قلب کو جلا دینی چاہیئے۔اگر انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہونے لگے تو باطن روشن ہو جاتا ہے اور مالکِ حقیقی کی مرضی سے وہ روشنی انسان کے ظاہر کو بھی روشن کر دیتی ہے اور اس کے در و دیوار اور ماحول کو بھی نورانی بنا دیتی ہے۔یہ کیفیت انسان کی شخصیت کو ایک اکائی میں ڈھال دیتی ہے تب انسان صحیح معنوں میں ''بندہ'' کہلاتا ہے۔اُس پر عبودیت کا اطلاق ہوتا ہے۔پھر صرف مالک کی مرضی کی طرف نظر رکھتا ہے۔مالک اپنی مخلوق سے بہت پیار کرتا ہے اس کی مخلوق سے بھی اسی طرح کا پیار کرنا چاہیئے۔عبادت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔کسی دکھی کو ایک مسکراہٹ دینا بھی عبادت ہی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی ایک صدقہ ہے۔اپنی عبادت پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔اس سے ''میں'، یا نفس اَور زیادہ پھیل جاتا ہے اور عجز و انکسار سکڑنے لگتے ہیں۔ریا سے تو عبادت ہی غارت ہو جاتی ہے۔جب عبادت میں محبت کا رنگ آجاتا ہے تو میں اور تُو کا فرق زائل ہو جاتا ہے۔صرف عبادت رہ جاتی ہے۔یہی دل کا وضو ہے اور دل کی نماز ہے۔

موت

موت کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے ؎

زندگی کیا ہے' عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے' انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

موت کی ایک قسم' عناصر کی پریشانی سے متعلق ہے۔یہ موت انسان خود اپنے نفس پر وارد کرتا ہے۔اس سے خودکشی مراد نہیں جو دینِ اسلام میں حرام ہے اور انسان کو جہنم میں جھونک دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے نفسانی جوشوں پر موت وارد کرنا ایک بڑا مجاہدہ ہے۔حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ''جہادِ اکبر'' سے تعبیر فرمایا ہے۔جیتے جی اگر نفس کی موت ہو جائے تو روح کو ابدی حیات مل جاتی ہے۔یہ موت ایک نئی زندگی کو جنم دیتی ہے صوفیاء اس کو فنا کی منزلیں کہتے ہیں۔کوئی جتنا مٹا، فنا ہوا، اس میں اتنا ہی حق سمایا۔رُوح کی حیات میں اصل حیات ہے۔اور یہی ابدی حیات ہے۔اگر رُوح کو اس دنیا میں نفسانی خواہشات کی غلامی سے نجات مل جائے تو روح زندہ جاوید ہو جاتی ہے۔ لیکن نفسانی خواہشات سے نجات ربِّ کریم کے کرم ہی سے ملتی ہے۔پنجابی کے مشہور صوفی شاعر، بلھے شاہ کہتے ہیں ؎

جو ہار گیا وہ لکھ دا
جو جیت گیا وہ ککھ دا

یعنی جو ہار گیا اس کی قیمت تو لاکھوں میں ہے مگر جو جیت گیا وہ تنکے کی مانند بے قیمت ہو گیا۔

یہاں ''ہار'' سے مُراد نفسِ اَمّارہ کی موت ہے۔جتنا جتنا یہ نفس فنا ہؤا، اتنا اتنا مالکِ حقیقی انسان میں سمایا۔ایسے ہی شخص کی رُوح کو دارِ فانی سے

رخصت ہوتے وقت' مالکِ حقیقی کی طرف سے یہ ندا سنائی دیتی ہے:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝
فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ۝ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ۝

(الفجر 89:28-31)

عشقِ حقیقی

عشق کی ایک قسم مجازی کہلاتی ہے، دوسری حقیقی۔ مجاز میں بھی جب حُسن پر نظر پڑتی ہے تو اس کی حقیقت کے پس پردہ عشق حقیقی ہی ہوتا ہے۔ اصل عشق مالکِ حقیقی ہی کا عشق ہے۔ اس آگ میں جل کر سب کچھ راکھ ہو جاتا ہے۔ فنا کا مطلب ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا ہے۔ اس راکھ میں چنگاری بھی ہوتی ہے جو سلگ جائے تو مٹی کے وجود کو کندن بنا دیتی ہے۔ عشق ہمیشہ انسان کی مثبت صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔ عاشق صرف دینا جانتا ہے۔ کچھ بھی ہو لینا نہیں جانتا۔ بے غرض عشق کئے جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عشقِ رسولؐ میں ایثار اور فدائیت کی ایسی مثالیں قائم کیں جن سے تاریخ جگمگا رہی ہے۔ صوفیاء نے حقیقی اور مجازی عشق کے حوالے سے بڑے بڑے نازک نکات پیش کئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ میں عشق جاگا اپنے آپ کو دیکھنے کا تو کائنات معرضِ وجود میں آئی۔ انسان کو بتایا کہ انسان اللہ کا راز ہے اور اللہ تعالیٰ انسان کا۔ اللہ تعالیٰ مومن کے قلب میں رہتا ہے۔ پردے میں رہ کر انسان کے قلب میں رہتا ہے۔ انسان بھی پردے میں رہ کر اللہ کے حُسن کو اجاگر کرے تو حق بندگی ادا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ریا کی مذمت کی گئی ہے۔

علم کے دو دریا

اربابِ تصوف نے قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے علم کے دو دریاؤں کا ذکر کیا ہے۔ ایک کھارے پانی کا دوسرے میٹھے پانی کا۔ ان کے درمیان ایک آڑ ہے جو انہیں جدا کرتی ہے۔ آپس میں ملنے نہیں دیتی۔ قرآن مجید میں کھارے پانی کی مثال سورۃ یٰسین میں ملتی ہے اور دوسرا علم آفاقی ہے جو میٹھے پانی کا دریا کہلاتا ہے جیسے سورۃ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری نشانیوں کی طرف نشان دہی ملتی ہے۔ یعنی اللہ کی تخلیق کو دیکھو اور اس سے باطن تک رسائی حاصل کرو۔ اسی طرح صوفیاء نے علم معرفت اور علم لدنّی کی مختلف کیفیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

پہلا علم' علم لدنّی' باطن سے ظاہر کی طرف ہے۔ جیسے دائرہ بنتا ہے اسی طرح قلب مومن جو روح کا مرکز ہے' کی صفائی ہوگی۔ قلبِ باطن کے ذریعے ظاہری علم تک رسائی ہوگی۔ انسان کے اندر کئی بڑے بڑے بُت چھپے بیٹھے ہوتے ہیں جیسے بُغض، کینہ، حسد لالچ، مال کی محبت، اقتدار کا لالچ وغیرہ۔ ان بتوں کے ٹوٹنے اور نکالے جانے کے بعد ہی بصیرت قلب نصیب ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوتا ہے۔ میٹھے اور کھارے پانی کے دھاروں کے درمیان میں جو آڑ ہے جو انہیں آپس میں جُدا کرتی ہے وہ انسان کی اپنی ''مَیں'' ہے۔ جھوٹی انا جیسے یہ کہنا میں نے یہ کیا وہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا اور دین کو اپنی طرف منسوب کرنا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ جب باطن اور ظاہر کے درمیان سے ''مَیں'' کا پردہ ہٹ جاتا ہے تو قلبِ بینا نصیب ہوتا ہے اور قلبِ بینا ہی ظاہری علم کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ اگر پتھر آ کے لگا تو نظر پتھر پر نہیں رکھنی چاہیئے، پتھر مارنے والے کی طرف رکھنی چاہیئے۔ مطلب ہے کہ اگر کوئی تکلیف پہنچی ہے وہ بھی اللہ کی آزمائش اور ابتلاء ہے۔ یہ صبر و رضا کے مقام کی طرف حرکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر قلب کو اپنی حق شناسی کا علم عطا فرمائے۔ یہی دنیا میں سکون اور حقیقی امن کی کلید ہے۔

مسجد مبارک (قادیان)

اس مسجد کا دوسرا نام بیت الذکر ہے۔ اس کی بنیاد حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ کی شہادت کے مطابق 1882 میں اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کے مطابق 1883 میں حضرت مسیح موعودؑ کے چوبارے کی جنوبی دیوار کے ساتھ رکھی گئی۔ مسقف کی تیاری میں آپؑ کے باغ کی دیسی لکڑی استعمال کی گئی۔ اس مسجد کا اندرونی حصہ 1883 میں مکمل ہوا جبکہ سفیدی بعد میں کی گئی۔ (ماخوذ از مرکزِ احمدیت قادیان صفحہ 60)

روئے حق کا سب سے افضل آئینہ ہے مصطفٰےؐ

محمد ظفر اللہ خان

برتر از وہم و گماں ہے عاشقوں کا کاروبار
لاکھ ہوں دنیا میں کام ان کو مگر دل محو یار
تجھ کو اک کانٹا چبھے ہر پل رُلاوے زار زار
عاشقِ حسن ازل کی راہ ساری خارزار
پائے استقلال ہے راہِ وفا میں گامزن
اور رگِ جاں میں ہے یادِ یار ہر دم موجزن
جو رضائے ذاتِ باری پر سبھی کچھ وار دیں
بچہ و زن اُن پہ آخر بوجھ کس طرح بنیں
خانہ زادِ زُلف زنجیروں میں بھی محوِ نگار
وصل میں ہر خار گُل ہو اور گُلِ ہجراں میں خار
ہو گئے وہ عظمتِ مولیٰ میں اسطرح فنا
غرقہء دریائے وحدت ہو گئے وہ باوفا
عاشقانِ ایزدی اپنے نفس سے ہیں جدا
ہیں ملائک کی طرح وہ تابع حکمِ خدا
اُن کی سب سختی ونرمی ہے خدا کے اِذن سے
اُن کی ہر خواہش ہے ذاتِ کبریا کے اذن سے
فانیِ عشقِ احد کی ذات میں حق کا جمال
جس کے پرتو سے ہیں روشن اسکے روحانی کمال
شیشہء اعمال میں ظاہر ہوئی جب خُوئے حق
چشمہء صافی بنا اک جگمگاتی جُوئے حق
مہر اُسکا رحمتِ حق بن کے پیاسوں پر گرا
قہر اُسکا دو جہاں میں ہوگیا قہرِ خدا
اِس سے سمجھو اب زمانے میں مقامِ انبیاء
واصلان لم یزل ہیں دور تر از ما سوِا
آلہَ تقدیرِ ربّانی ہیں اس عالم میں وہ
نورِ حق در جسمِ انسانی ہیں اس عالم میں وہ
ہو گئے یوں حضرت عزّت کے پہلو میں نہاں
ایک قطرہ جس طرح بر سطحِ بحرِ بیکراں
جب ہوئے وہ رنگِ محبوبی میں گم دُنیا سے دُور
ہو گیا سایہ فگن اُن پر اُلوہیت کا نور

اُن کی قدر و منزلت سے تجھ کو آ گاہی نہیں
ہر کس و ناکس پہ اُنکا راز کھلتا ہی نہیں
روئے حق کا سب سے افضل آئینہ ہے مصطفٰےؐ
خوئے حق کی ایک کامل جلوہ گاہ ہے مصطفٰےؐ
طالب حُسنِ ازل اُس در پہ جا کر دیکھ لے
'من رانی فقد رای الحق' آزما کر دیکھ لے
کور چشموں کے لئے سُرمہ ہے اُسؐ کی خاکِ پا
دیدۂ بینا کو اک شمس الضُحیٰ ہے مصطفٰےؐ
جادہء عشق و وفا میں جس سے قدموں کو ثبات
اُسکےؐ در پہ آج بھی بٹتا ہے وہ آبِ حیات
ہے اُسیؐ کے نور سے روشن یہ بزم اصفیاء
سب اُسیؐ گردوں کے تارے اولیاء و انبیاء
کیا خبر اُس دل کو جس پر غفلتوں کی مُہر ہو
موجزن جس کی رگوں میں نفرتوں کا زہر ہو
اُسؐ کی عزت کا نگہباں خود جنابِ کبریا
جس کے سر پرہو خدا کا ہاتھ اُس کو فکر کیا
بر تر از صد آسماں شانِ محمد مصطفٰےؐ
بس نہاں اندر نہاں شانِ محمد مصطفٰےؐ
نیّرِ حق کی چمک کی تاب لا سکتی نہیں
دیدۂ بینا بھی اُسؐ کی کُنہ پا سکتی نہیں
مہرِ بطحاؐ کی ضیاء کونین میں ہے تا ابد
جس کے دم سے پارہ پارہ پردۂ چشمِ حسد
تو کہ شاہ دیںؐ کی سچّائی پہ رکھتا ہے حرف
اِک نظر ڈال اب غلامانِ محمدؐ کی طرف
اب مسیح مصطفٰےؐ مامور ہے اِس فرض پر
تا دکھاوے صد نشانِ صدقِ آں یارِ دگر
شمسِ ملک الحُسن والاحسان احمد مجتبیٰؐ
نورِ ہر مُرسل طُفیلِ جان احمد مجتبیٰؐ

ایک ممتاز خادمِ سلسلہ

محترم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب

لطف الرحمٰن محمود صاحب۔ راؤنڈ راک، ٹیکساس

میرے ابا جان، پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب کو وفات پائے 23 سال گزر چکے ہیں۔ اس سے قبل انکے بارے میں لکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔ بزرگوں کی نیک یادوں کو محفوظ کرنے کے حوالے سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں، تحریکِ دعا کی نیت سے چند حروف یکجا کر رہا ہوں۔

ابتدائی حالات

ابا جان بھیرہ کے تاریخی شہر میں یکم اپریل 1905 کو پیدا ہوئے۔ اس شہر نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو کئی مخلص اور فدائی خدام فراہم کئے ہیں۔ حضرت مولانا حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کا اسمِ گرامی سرِ فہرست ہے جن کا وجود باجود بہت سے ارادت مندوں کی ہدایت کا باعث بنا۔ ہمارے دادا' حضرت میاں کرم الدین صاحب کو حضرت اقدس مسیحِ موعود علیہ السلام کے رفیق ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ہماری دادی مکرمہ طالع بی بی صاحبہ اس وقت ان کا ساتھ نہ دے سکیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر یہ تھی کہ امام الزمانؑ کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر اولادِ نرینہ کی نعمت نصیب نہیں ہوگی۔ اس خواب کے بعد سات بیٹیوں کی ماں کو بیعت کی توفیق ملی اور ہمارے ابا جان کی ولادت کی شکل میں یہ خواب پورا ہوا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے نومولود کو عطاء الرحمٰن نام عطا کرتے وقت دعاؤں سے نوازا جس نے اس بچے اور اس کی آیندہ نسل کا مقدر بدل دیا ؎

گرچہ بھاگیں، جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

بھیرہ کا گورنمنٹ ہائی سکول بیسویں صدی کے آغاز ہی سے اس علاقہ کی مشہور درسگاہ کا مقام رکھتا تھا۔ آپ نے میٹرک /انٹرنس کا امتحان اسی سکول سے پاس کیا اور ضلع بھر میں اوّل رہے۔ اس سکول میں ایک ''آنر بورڈ'' آویزاں تھا جس پر ہر سال سکول کے آغاز سے میٹرک میں اوّل آنے والے طالبِ علم کا نام حاصل کردہ نمبروں کی تفصیل کے ساتھ درج کیا جاتا تھا۔ ہندوؤں کے ناموں میں کہیں کہیں کسی مسلمان کا نام نظر آتا تھا۔ غرض اس آنر بورڈ پر ساٹھ ستر سال کا قیمتی ریکارڈ محفوظ تھا۔ اس سکول سے میٹرک کرنے کے کافی عرصہ بعد مجھے ایک مرتبہ سکول جانے کا موقع ملا۔ یہ دیکھ کر دلی صدمہ ہوا کہ سکول کے کسی نئے سربراہ نے اس بورڈ پر روغن پھروا کر گزشتہ چند سالوں سے سکول میں کام کرنے والے ہیڈ ماسٹر صاحبان کے آٹھ دس نام لکھوا دیئے۔ مجھے اپنے والد بزرگوار کا نام محو ہونے کا رنج نہیں تھا بلکہ مادرِ علمی کی ساٹھ ستر سال کی تاریخ کی بربادی کا قلق تھا!

مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ ابا جان نے لاہور کے کن کالجوں سے استفادہ کیا۔ ایک مرتبہ ایف سی کالج سے اولڈ بوائز کے نام کسی تقریب میں شرکت کے لئے خطوط بھجوائے گئے۔ ان کے نام ایک ایسا ہی خط میری نظر سے بھی گزرا۔ ایم ایس سی کرنے کے بعد سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے بی ٹی بھی کی۔ اس درسگاہ کے بارے میں ان دنوں انگریز ماہرینِ تعلیم کہا کرتے تھے "Best in the East of Suez" یعنی مصر سے جانبِ مشرق طریقِ تدریس کی تعلیم دینے والا بہترین ادارہ۔

وقفِ زندگی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہد مبارک میں (1944 میں) قادیان میں تعلیم الاسلام کالج کا دوبارہ آغاز ہوا۔ کالج میں سائنس کلاسز کے اجراء کے وقت ابا جان شاہ پور کے گورنمنٹ ڈی مانٹ مورنسی کالج (Government De Montmorency College) میں فزکس کے استاد تھے۔ یہی کالج بعد میں سرگودھا کا گورنمنٹ کالج کہلایا اور اب غالباً یونیورسٹی کے مراحل و مدارج سے گزر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت آپکو زندگی وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ کالج کے پرنسپل ملک احمد حسین صاحب نے از راہِ ''ہمدردی'' بہت سمجھایا اور روکنا چاہا۔ مگر اس شفیق انسان (جن سے بعد میں بھی آپ کی راہ و رسم رہی) کی عقل کو محوِ تماشائے لبِ بام چھوڑ کر آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان سے وابستہ ہوگئے۔ وقفِ زندگی کے فیصلہ کے دنوں میں آپکو خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضورؑ نے فرمایا:

''ضروریاتِ زندگی کے حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی''۔

یہ بشارت حرف بحرف پوری ہوئی۔ وقفِ زندگی کے بعد کے حالات و احوال کا خلاصہ اگر مجھے ایک سطر میں درج کرنے کے لئے مکلّف کیا جائے تو میں یہی لکھوں گا ؏

کارسازِ مابفکرِ کارِ ما

ان کے ایک ہم مکتب جو بڑے عہدے پر فائز تھے، ایک مرتبہ ربوہ آ کر ابا جان سے ملے۔ دنیاوی مناصب کو غیر معمولی اہمیت دینے والوں کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔ جبکہ درویشوں کا زاویہ نظر خاصہ مختلف ہوتا۔ وہ کہنے لگے میاں صاحب اگر آپ سرکاری ملازمت میں ہوتے تو کسی بڑے عہدے سے ریٹائر ہوتے۔ ان کے جانے کے بعد ہمیں نصیحت کے طور پر کہا کہ یہ وقفِ زندگی کی برکت ہے کہ اب تک زندہ ہوں ورنہ کب کا خاک ہو چکا ہوتا۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر یہ بھی کہا کہ وسائل نہ ہونے کے باوجود میرے بچے کالجوں میں پڑھ رہے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں یہ ضمانت کہاں موجود ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ سب مولیٰ کریم کی ذرہ نوازی کے جلوے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ابا جان کی وقفِ زندگی کے عہد کی ایک اور لازوال برکت ہمارے شاملِ حال ہوئی۔ ربوہ کے ماحول میں حصولِ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمیں قرآن و حدیث اور سیرتِ نبویؐ سے واقفیت ہوئی اور حضرتِ اقدسؑ کے رفقاء اور دیگر صلحاء کی محافل و مجالس سے بہرہ مند ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان نعمتوں کے عوض ہیروں اور جواہرات سے مزیّن ہونا اور قصور و محلات کی بود و باش بھی ایک حقیر متبادل ہوتا۔ وقفِ زندگی کے عہد کی برکت ہے کہ ان کے آٹھ بچے، سب کے سب گریجویٹ ہوئے بلکہ دو دو تین تین ڈگریاں حاصل کرنے کی توفیق ملی۔

تعلیم الاسلام کالج میں خدمات

ابا جان کو کالج کے تینوں ادوار، قادیان، لاہور اور ربوہ میں اخلاص، انہماک اور محبت سے خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ اس عاجز کے خطبۂ نکاح میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کالج کے حوالے سے ابا جان کی طویل رفاقت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

''مکرم پروفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب واقفِ زندگی ہیں اور بڑے اخلاص اور محنت کے ساتھ ایک لمبے عرصے (قادیان کے زمانے سے) تعلیم الاسلام کالج میں جماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔ بڑے بےنفس اور مظبوط انسان ہیں''۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے منصبِ خلافت پر متمکن ہوتے وقت ابا جان وائس پرنسپل تھے۔ کالج کے نظم و نسق کی ذمہ داری انہیں سونپی گئی۔ لیکن بعد میں خود ہی ان فرائض کی بہتر سرانجام دہی کے لئے حضورِ انور کی خدمت میں محترم قاضی محمد اسلم صاحب کے تقرر کی تجویز پیش کی جسے حضور نے منظور فرمالیا۔ اس کے بعد بھی ریٹائرمنٹ تک خدمات سرانجام دیتے رہے اور سینکڑوں طلباء ان کے علم اور اندازِ تدریس سے فیضیاب ہوئے۔ تقسیمِ ہند کے وقت تعلیم الاسلام کالج لاہور منتقل ہوا اور بہترین سائنسی ساز و سامان سے آراستہ تجربہ گاہیں چھوڑ کر آنے والوں کو ایک متروکہ کالج کے کھنڈرات الاٹ ہوئے۔

لاہور کے مشہور کالجوں میں لیبارٹریز تو تھیں، مگر سائنسی مضامین پڑھانے والے بہت سے اساتذہ ہندوستان جا چکے تھے۔ باہمی افہام و تفہیم سے یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ تعلیم الاسلام کالج کے پروفیسر صاحبان دوسرے کالجوں کے طلباء کو پڑھائیں گے اور ہمارے کالج کے طلباء ان کی تجربہ گاہوں سے استفادہ کریں گے۔ اس انتظام کے تحت دوسرے کالجوں کے طلباء بھی ابا جان سے مستفیض ہوئے بلکہ کالج کے ربوہ منتقل ہونے کے بعد بھی لاہور کے بعض طلباء فزکس کے ادق مسائل میں رہنمائی کے لئے ربوہ حاضر ہوتے رہے۔

قادیان میں قیام اور ہجرت

عاجز نے بچپن کے دو اڑھائی سال قادیان دارالامان میں ان کے زیرِ سایہ گزارے۔ سات آٹھ سال کے بچے کو کچھ نہ کچھ یاد رہ ہی جاتا ہے۔ تربیت کے پیشِ نظر اہم مواقع پر مجھے ساتھ ساتھ رکھتے تھے۔ مجھے ابا جان کے ساتھ حضرتِ اقدسؑ کے مزار پر دعا کے لئے حاضر ہونا یاد ہے۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ میں حضرت اقدسؑ کے والد بزرگوار کا مزار بھی دکھایا۔ کسی عید کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی حسین یاد بھی ذہن میں تازہ ہے۔ اسی طرح ''مجلس مشاورت'' کی اصطلاح پہلی دفعہ میں نے اس دور میں ان سے سنی۔ قادیان میں قیام کے دوران اِن کی سادگی کے حوالے سے مجھے قادیان میں اپنے غریب خانے کے دو''ڈیکوریشن پیس'' یاد آ گئے ہیں۔ پس یہی دو آئٹم تھے۔ اگر انہیں جدید جمالیاتی ذوق اور ضروریاتِ تمدن کی روشنی میں ڈیکوریشن شمار کیا جا سکتا ہو۔ تب' حضرت اقدسؑ کی اردو نظم کے یہ دو شعر خوبصورت خطّاطی میں فریم کی صورت میں دیوار پر آویزاں تھے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کُشا کے سامنے

حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

مجھے ان اشعار کے معانی اور دعائیہ اہمیت کا ادراک بہت بعد میں ہوا۔ یہ اشعار بار بار پڑھتے تھے اور اسی وجہ سے مجھے بھی کم سِنی میں یاد ہو گئے تھے۔ دوسرا آئٹم بھی ایسا ہی ایک فریم تھا۔ کسی اخبار یا رسالے سے لیا گیا تھا۔ مجھے اسکے مندرجات کا علم نہ ہو سکا۔ اتنا یاد ہے کہ حضرت اقدسؑ کا کوئی مطبوعہ اقتباس تھا۔

1947 میں قادیان سے ہجرت کے وقت گھر سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک کوٹ جو دادا جان کے وقت سے بطور تبرک چلا آتا تھا، ساتھ لے آئے۔ فقط یہی ایک چیز تھی جو سینے سے چمٹا کر ساتھ لائے۔ یہ تبرک اب تک ہماری فیملی میں موجود ہے۔ عام طور پر ایسے تبرکات کو افرادِ خانہ یا اولاد در اولاد تبرک میں حصہ لینے کے لئے کاٹ کاٹ کر بانٹ لیتے ہیں۔ مگر ہمیں یہی نصیحت فرمائی کہ یہ کام نہ کرنا۔ ایک صدی تو خیریت سے بیت گئی ہے۔ یہ کوٹ اب تک اس طرح محفوظ ہے۔ بلکہ فنگس وغیرہ کے ممکنہ اثرات سے بچانے کے لئے Radiation بھی کروا لی گئی ہے۔ ایم۔ ٹی۔ اے کے مناظر سے مستفید ہونے والے قارئین الفضل خوب جانتے ہیں کہ پیش گوئی کے مطابق کس طرح بعض بادشاہ ان تبرکات سے برکت حاصل کر چکے ہیں۔ میں تو گدایانِ بےنوا کے برکت پانے کی کہانی رقم کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان، نورِ یقین اور اخلاصِ عمل سے بہرہ ور کرے تا ہم اس عظیم امانت سے نسبت کے اہل ثابت ہو سکیں۔ آمین۔

قادیان سے ہجرت کے حوالے سے مجھے ایک اور بات یاد آ گئی ہے۔ ہجرت کے بعد ہم لوگ اپنے آبائی وطن بھیرہ منتقل ہو گئے۔ ان دنوں مہاجرین کے قافلے مشرقی پنجاب سے بھی بھیرہ آئے۔ انہیں تارکین وطن کے مکانات الاٹ کئے جا رہے تھے۔ اس کام پر مامور بعض افسران نے گھریلو سامان سے تہی دستی کا خیال کر کے ابا جان کو بھی مکان الاٹ کرانے کی ترغیب دی۔ مگر آپ رضامند نہ ہوئے کہ میرا چھوٹا سا مکان یہاں موجود ہے۔ ضروری سامان اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ مہیا فرما دے گا اور اصرار کیا کہ افسران کسی زیادہ مستحق مہاجر کو ترجیح دیں۔ اس استغناء پر مجھے قادیان کے دور سے تعلق رکھنے والے ان کے ایک شاگرد جناب میاں عبدالسمیع نون صاحب کا ایک مضمون بعنوان ''تعلیم الاسلام کالج کے عظیم المرتبت اور کردار ساز اساتذہ'' یاد آ گیا ہے۔ اس دلچسپ مضمون میں انہوں نے ابا جان مرحوم کا تعارف ان الفاظ پر ختم

کیا ہے۔

''یہ درویش صفت اور خلوت نشیں، غنا اور اتقا کی علامت جناب پرفیسر میاں عطاء الرحمٰن صاحب بھیروی تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کا بسیرا اپنی رضوانوں کے بوستانوں میں بنائے ۔''

(روزنامہ الفضل 23جون 2001)

دنیاوی املاک و اموال سے انہیں قوت لایموت کی حد تک دلچسپی تھی۔عمر عزیز پیدل چل کر بتادی۔قادیان اور ربوہ کا سارا عرصہ کرایہ کے مکان میں رہے۔الفقر فخری کہنے والےؐ (فداہ ابی وامی) کے نقش قدم کو راہِ سلوک کے روشن نشان اور خاکِ کفِ پا کو سرمہ چشم بصیرت سمجھا اور غایت درجہ سکینت و اطمینان اور تشکر و امتنان کے ساتھ وقفِ زندگی کے شجر سایہ دار کے نیچے ایک مسافر کی طرح زندگی کے دن بسر کئے!

شاگردان رشید اور رفقاء پر نیک اثر

ابا جان اپنے مضمون میں قابلیت اور تدریسی مہارت کے ساتھ ساتھ ہمدردی، خیر خواہی، بے نفسی اور شفقت کا پیکر تھے۔ان کے شاگردوں پر شخصیت کے ان پہلوؤں کا خاص اثر تھا۔ان کے بعض شاگرد یہاں امریکہ میں مقیم ہیں۔اعلیٰ اور اہم مناصب پر فائز رہے ہیں اور بعض اب بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔وہ انہیں اب بھی محبت اور ارادت سے یاد کرتے ہیں۔

بعض حسنات کا ذکرِ خیر

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عاجز بندے کو بہت سی خوبیوں سے نوازا، سادگی، درویشی، نماز باجماعت کی پابندی، نیکی کو مخفی رکھنے کی خواہش، عبادت میں خشوع وخضوع، ذکر الٰہی سے زبان تر رکھنے والے، بے ضرر ایسے کہ کسی کیڑے مکوڑے کو بھی دانستہ گزند نہ پہنچنے پائے۔تہجد گزار، بہت دعائیں کرنے والے اور قبولیتِ دعا پر گہرا ذاتی یقین رکھنے والے وجود تھے۔یہ حضرت اقدس کی مسیحائی کا اعجاز ہے کہ کوئی بھی احمدی گھرانہ اور خاندان قبولیتِ دعا اور روحانی تجارب و واقعات سے محروم نہیں رہا۔ابا جان بھی اس کوچے کے آداب و رموز سے واقف تھے۔طبیعت میں حجاب تھا۔بزرگانِ اُمّت کی خواب و رویا میں زیارت کا کوئی تجربہ کبھی کبھار نصیحت وتربیت کی نیّت سے بچوں کو سنا دیا کرتے تھے۔

نیکیوں میں سبقت ہر مومن کی پہچان ہے۔یہ سبقت کا جذبہ ان میں بھی موجود تھا۔وقفِ زندگی کے ساتھ وصیّت کی توفیق بھی ملی۔اور اس مبارک نظام کے روحانی و دینی اور اخلاقی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔سلسلہ کی مالی تحریکوں میں بھی حسب توفیق حصہ لیتے رہے۔تحریکِ جدید کے ابتدائی ''پانچ ہزاری'' مجاہدین کی فہرست میں بھی ان کا نام موجود ہے۔

دعاؤں کا شغف

دعاؤں سے دلی محبت و الفت تھی۔یہی عادت ذریعہ تسکین تھی۔تہجد کے وقت یا دوسرے اوقات میں جب وہ ان دعاؤں کو کسی قدر جہراً پڑھتے تو ان سے سن سن کر مجھے بھی حفظ ہوگئیں۔اس طرح حضرت اقدسؑ کے فارسی کلام سے بعض اشعار انہیں یاد تھے جنہیں گھر میں دردمند دل کے ساتھ بڑے عجز اور خشوع سے بار بار پڑھتے۔ادعیہ ماثورہ کی طرح یہ شعر بھی مجھے یاد ہوگئے، مثلاً

اے خداوندِ من گناہم بخش
سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم
پاک کن از گناہِ پنہانم
دلستانی و دلربائی کن
بہ نگاہے گرہ کشائی کن

ان اشعار کے حفظ ہو جانے کی برکت کا ایک اعجاز میرے شامل حال ہوا۔میں نے سکول کالج کی تعلیم کے دوران یا کسی لیول پر فارسی نہیں پڑھی۔ لیکن فارسی عبارت (نظم ونثر) کا مفہوم و مطلب سمجھ جاتا ہوں۔بلکہ اگر کوشش کروں تو شاید تک بندی بھی کرلوں۔

میں عرض کر رہا تھا کہ ابا جان کو دعاؤں سے بہت تعلق تھا۔میں تو یہی

کہوں گا کہ انکی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو یہی تھا۔ الحصن الحصین احادیث کی دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جسے حضرت محمد الجزری الشافعیؒ نے کئی سو سال قبل فتنہ تاتار کے زمانے میں تالیف فرمایا تھا اور انہیں اس تالیف کے دوران حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف سے خواب میں اس خدمت کی قبولیت کی بشارت بھی ملی تھی۔ میں نے 53-1952ء کے لگ بھگ اس کتاب کا بڑی تقطیع کا ایک پرانا نسخہ گھر میں دیکھا۔ میری عمر اس وقت چودہ پندرہ سال کی ہوگی۔ مجھے اس بظاہر پرانی اور خستہ کتاب سے ابا جان کی یہ وابستگی اور شیفتگی کچھ عجیب سی لگی۔ مگر کئی سالوں کے بعد یہ راز الم نشرح ہوگیا۔ بعد میں اس کتاب کے آرٹ پیپر پر شائع شدہ جاذب نظر نسخے گھر میں دیکھنے کو ملے۔ اس کتاب کی تقریباً تمام دعائیں انہیں حفظ تھیں۔

1967 میں سیرالیون پہلی مرتبہ روانگی کے وقت انہوں نے مجھے الحصن الحصین کا ایک خوبصورت مجلّد نسخہ عنایت فرمایا۔ کھول کر دیکھا تو اندر کے صفحہ اول پر یہ عبارت درج تھی۔

"اللہ تعالیٰ حصن حصین میں مندرج تمام دعائیں عزیزم لطف الرحمٰن محمود کے حق میں قبول فرمائے۔ عطاء الرحمٰن۔"

شفقتِ پدری کے بحر بیکراں کو اس ایک فقرے کے کوزے میں بند کر دیا۔ بالفاظِ دیگر ؎

سپر دم بہ تو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم وبیش را

دعاؤں کی تاثیرات کے کئی پہلو ہیں۔ عالمِ ارواح سے کوئی باریک سا تعلق یا رشتہ ہوتا ہوگا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی مضطربانہ دعائیں اب بھی میرے شاملِ حال ہیں۔ سیرالیون میں 29 سالہ قیام کے درمیان کئی بار مسائل و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری چند سال تو خانہ جنگی کی تباہی اور بربادی کے سال تھے۔ قتل وغارت، لوٹ مار، ہاتھ پاؤں کاٹنے اور دیگر مظالم ڈھانے والے باغیوں کو کئی بار چند گز کے فاصلے سے دیکھا مگر اللہ تعالیٰ کی معجزانہ حفاظت کا ایک حصار اپنے اردگرد محسوس کیا۔ ایک مرتبہ اس قسم کے تشویشناک ایام میں خواب میں دیکھا کہ ابا جان، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ (جنہوں نے سبز رنگ کی پگڑی پہن رکھی تھی) سے عرض کرتے ہیں "مفتی صاحب! اس لڑکے کا خیال رکھیں۔ آج کل پریشان ہے"۔ دونوں بزرگ اس وقت تک فوت ہوچکے تھے۔

مجھے اس خواب کی یہی تعبیر سمجھ آئی کی آفات و بلیات سے محفوظ رہنے کے لئے عشقِ رسولؐ کو اپنا تعویذ بناؤں۔

مطالعہ کا شوق

جس شخص کی ساری عمر فزکس پڑھنے پڑھانے میں گزری ہو۔ بھلا اسے فراعنہء مصر کی تاریخ اور اُن کے دفینوں سے کیا دلچسپی ہوسکتی ہے؟ زیادہ سے زیادہ اہرام مصر کی تعمیر سے فزکس کا کچھ تعلق بنتا ہے کہ آج سے 4000 سال قبل جب دیو ہیکل Cranes نہیں تھیں تو مزدوروں نے اتنے بھاری بھرکم پتھر کیسے ڈھوئے اور انہیں اپنے اپنے مقام پر رکھنے میں کیسے کامیاب ہو گئے؟ مگر انہیں ایسے مضامین اور عناوین کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ جن سے فزکس کا کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا۔ مجھ سے فراعین مصر کے بارے میں کتابوں کی فرمائش کی۔ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ میں خود Egyptology کی زلفِ دراز کا اسیر ہوگیا۔

دیارِ مغرب کے ماہرین کی ریسرچ کے مطابق ٹیلی ویژن کی ایجاد کے بعد اخبارات و جرائد کا مطالعہ کرنے والوں کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اب انٹرنیٹ اور سی ڈیز کی آمد سے کتاب کی روایتی محبت کو قصہ پارینہ بننے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ ابا جان جن کتابوں کو بکثرت پڑھتے ان پر کپڑے کے غلاف (جسے بھیرہ کی زبان میں "چولی" کہا جاتا ہے) موجود تھے جو ہماری والدہ مرحومہ (فضل بیگم صاحبہ) نے ان کی پسندیدہ کتابوں کے لئے خود سیئے۔ دو کتابیں، کشتی نوح اور مُسدّسِ حالیؔ، نیلے رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھولوں والے یکساں غلافوں کی وجہ سے گویا اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ کتابوں کا ظاہری اور باطنی احترام میں نے ان سے سیکھا۔ سیرالیون میں، میں ہمیشہ اپنے ان شاگردوں کو روکا کرتا تھا جو تفریح اور لنچ کے وقت اپنی کتابوں کاپیوں کا سٹول سا بنا کر ان پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

خلیفہ وقت کی تحریکات سے آگہی

اب تو جماعت پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ MTA کی Live نشریات کی وجہ سے خلیفہ وقت کی تحریکات کا ساتھ ساتھ علم ہوتا رہتا ہے۔

ایم ٹی اے کے آغاز سے قبل آڈیو کیسٹس کے ذریعے خطبات جمعہ کی ترسیل اوران سے استفادہ کے مواقع میسر آ گئے تھے۔ لیکن خلافت ثالثہ کے ابتدائی دور میں یہ سہولتیں میسر نہ تھیں۔ ان کی تشہیر کا بڑا ذریعہ روز نامہ الفضل ہی تھا۔ ابا جان حضور کے خطبات کے اہم نکات یا تحریکات کی اطلاع خط کے ذریعہ ساتھ ساتھ کرتے رہتے۔ اس طرح یہ ہدایات الفضل کے پہنچنے سے قبل مجھے سیرالیون میں مل جاتیں۔ بعد میں اخبارات کے آنے سے مکرر یاد دہانی ہو جاتی۔ اس طرح عملاً شجرِ خلافت سے پیوستہ رہنے کی مسلسل تحریک ہوتی رہتی تھی۔

قولِ سدید

ہم بہن بھائی ان کے مزاج کو سمجھتے تھے اور حتی الوسع ناراض ہونے کا موقع نہ دیتے تھے۔ میں تو بہت ڈرتا تھا اور خوف کا محرک یہ تھا کہ کہیں ناراضی کی حالت میں ان کی محبت اور دعا سے محروم نہ ہو جاؤں۔ میں ان کے تعلق باللہ کا دل سے قائل تھا۔ مجھے ان کا خفا ہونا یاد نہیں۔ لیکن ایک بار ناراضگی کے اظہار میں تو انتہا ہی کر دی۔ یہ 1970 کے عشرے کی بات ہوگی۔ سیرالیون سے رخصت پر ربوہ آیا ہوا تھا۔ رمضان المبارک کے دن تھے۔ سیرالیون کے ایک طالب علم محمد گسامہ (Muhammad Gassama) فزکس میں ایم ایس سی کے لئے تعلیم الاسلام کالج میں زیر تعلیم تھے۔ سیرالیون سے تعلق کی وجہ سے میں نے انہیں افطار کے لئے تشریف لانے کی زحمت دی۔ ابا جان مغرب کی نماز کے لئے دارالرحمت وسطی کی مسجد بیت النصرت میں تشریف لے گئے۔ شومئ قسمت میں افطار کے بعد مہمان کے ساتھ ہی بیٹھا رہا۔ نماز سے واپس آ کر ابا جان نے ڈانٹتے ہوئے کہا:

''ایسی افطاری پر لعنت جس میں شرکت سے انسان نماز با جماعت سے محروم ہو جائے۔''

آپ کی آواز بہت بلند تھی۔ اس میں رنج، ملال اور ناراضگی کے عناصر پوری شدت سے موجود تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ انہیں اس جلال میں دیکھا۔ مجھ میں تو جنبش کی سکت نہ رہی۔ گسامہ صاحب نے رخصت سے قبل اشارے سے سلام کرنے میں عافیت سمجھی۔

ابا جان نحیف و ناتواں جسم، جان کے مالک تھے مگر دین کے حوالے سے کلمہ حق کہنے میں شمشیر برہنہ!

دوستوں کی قدردانی

ان کا حلقہ احباب زیادہ وسیع نہیں تھا مگر جو دوست تھے ان سے دلی محبت تھی۔ سلسلہ کے ممتاز خادم اور داعی حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب (بانی سیرالیون مشن) ان کے طالب علمی کے زمانے سے دوست تھے۔ برادرانہ محبت اور اخلاص کا تعلق تھا۔ عظیم الشان دینی خدمات کی وجہ سے ان کے لئے خاص احترام کے جذبات تھے۔ ان کے حسن سلوک کے مداح و معترف تھے۔ مولانا سیرالیون کے دوسرے بڑے شہر بو (Bo) میں مدفون ہیں۔ اس شہر میں مجھے سالہا سال تک رہنے اور وہاں بار بار جانے کے مواقع ملتے رہے۔ ہر بار سیرالیون کے سفر کے وقت یاد دہانی کرواتے کہ ان کی طرف سے مولانا کے مزار پر حاضر ہو کر ضرور دعا کروں۔ زندہ دوستوں کو سلام و پیغام بھجوانا عام معمول اور دستور زمانہ ہے۔ فوت ہو جانے والے دوست کو اہتمام کے ساتھ ہدیہ دعوات بھجوانا محبت، وفا کا ایک نادر اور قابل قدر انداز ہے ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نام و نمود سے گریز

ابا جان فطرتاً خاموش طبع اور خلوت نشیں وجود تھے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ان کی زندگی ارباب تصوف کی اس روش، کم خوردن، کم گفتن، کم خفتن کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ جیسے کہ عرض کر چکا ہوں ان کے بے تکلف دوستوں کا حلقہ محدود تھا۔ میں نے انہیں ہنستے ہنساتے تو دیکھا ہے مگر لطیفے سنتے سناتے کبھی نہیں دیکھا۔ بے تکلف احباب سے گفتگو کے دوران کبھی کبھار مناسب حال

شعر بھی چسپاں کر دیتے تو احساس ہوتا کہ اِس خاکستر میں بھی آتشِ سخن فہمی کی چنگاری موجود ہے۔

وفات

بڑھاپا تو بذاتِ خود ایک بیماری ہے۔ دمہ کی پرانی تکلیف تھی جو انہیں اپنی والدہ سے ورثے میں ملی تھی۔ کبھی کبھار اس کا شدید حملہ ہوتا اور ہفتہ عشرہ سخت تکلیف میں گزرتا مگر دامانِ صبر ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ ہمیں اکثر یہ فکر دامن گیر رہتی کہ دمہ کا حملہ کسی وقت جان لیوا ثابت ہوگا۔ مگر ریٹائرمنٹ کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی وفات ہسپتال میں آپریشن کے بعد ہوئی ہے۔ وفات کے حوالے سے ہمارے اعصاب پر دمہ ہی سوار رہا اور ہم لوگ اس خواب کو بھول گئے۔ ایک مرتبہ شاہدرہ میں نماز کے لئے مسجد جاتے ہوئے گرنے سے چوٹ آئی۔ بستر پر پڑ گئے۔ ہماری چھوٹی امی' سیدہ سائرہ بیگم صاحبہ' اور عزیزم حبیب الرحمن ساحرؔ کو ان کی خدمت اور تیمارداری کا موقع ملا۔ کافی عرصہ بعد تفصیلی معائنہ سے معلوم ہوا کہ Femur ہڈی کے اوپر والے حصہ میں فریکچر ہوا ہے اور آپریشن کی ضرورت ہوگی۔ ابا جان کے ایک شاگرد (ڈاکٹر اختر محمود صاحب) نے آپریشن کی حامی بھر لی اور اپنے تجربے کی بنا پر یقین دلایا کہ میاں صاحب آپ چل کر گھر جائیں گے۔ کئی دفعہ جب تدبیر کی جاتی ہے تو تقدیر مُبرم ان تیاریوں پر ہنستی ہے۔ عزیزم شفیق الرحمان دیکھ بھال اور تیمارداری کے لئے امریکہ سے پاکستان پہنچ گئے۔ آپریشن مکمل ہوا۔ ابا جان کے ایک اور شاگرد ڈاکٹر زاہد مبشر صاحب نے معاونت کی۔ چند روز بعد ہسپتال ہی میں ابا جان اچانک 14 جنوری 1982 کو حرکت قلب بند ہونے سے وفات پا گئے۔ آخری لمحات میں عزیزم حبیب الرحمن موجود تھے۔ دمِ رخصت انہیں ایک نظر دیکھا مگر کوئی بات نہیں کر پائے۔ سچ ہے کہ جب وقت معین آ جاتا ہے تو پھر ایک لحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر صاحبان نے بتایا کہ کوئی Clot خون میں گردش کرتا ہوا دل کی شریان میں پہنچ کر وفات کا سبب بن گیا۔ جس طرح ان کا دنیا میں آنا اظہارِ غیب سے وابستہ تھا عجیب اتفاق ہے کہ ان کا دارِ فانی سے جانا بھی اظہارِ غیب سے وابستہ ثابت ہوا۔ حق یہ ہے کہ ہر فرد کی حیات دممات کا کامل علم صرف خالقِ حقیقی ہی کو ہے۔ اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے کہ انسان عبد ہونے کی حالت میں نفسِ مطمئنہ کی سکینت کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو۔ یہ وہ مشکل کام ہے جس کے لئے عمر بھر کی محنت درکار ہے۔!

حضرت خلیفة المسیح الثالثؒ نے از راہ شفقت اپنے دیرینہ رفیق اور خادم کی نماز جنازہ کی امامت کی اور لواحقین سے تعزیت فرمائی۔ ربوہ کے بہشتی مقبرہ میں آسودۂ لحد ہیں۔ دونوں ازواج بھی وہیں مدفون ہیں۔ انجام بخیر کی اس جھلک سے دل تسکین پاتا ہے۔ وفاداری بشرطِ استواری عینِ ایمان ہے۔

التجائے دعا

آخر میں ابا جان کے دوستوں، محبوں، شاگردوں اور مداحوں کی خدمت میں دعا کی عاجزانہ استدعا ہے کہ مولیٰ کریم ہمیں بھی ان نیکیوں اور خوبیوں سے کچھ حصہ عطا فرما کر نافع الناس وجود بنائے (آمین) میری خواہش ہے کہ ان کی زندگی کے حالات، تجارب اور مشاہدات کو ایک کتابچے کی شکل میں مرتب کروں۔ ان کے بہت سے تیز گام رفقاء کی روحیں محملِ عقبیٰ کی زینت بن چکی ہیں۔ البتہ ان کے بہت سے شاگرد اور دیگر محب بفضلہ تعالیٰ نافع الناس زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے نفوس اور اموال میں برکت ڈالے۔ ان سب سے درخواست ہے کہ اگر وہ ابا جان کے بارے میں کچھ لکھ سکیں تو احقر کو درج ذیل ایڈریس پر ارسال فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

2242 Jasmine Path
Round Rock, TX 78664 USA

(ٹائپنگ: مبرور جٹالہ)

نیک عمل

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں:

آنحضرت ﷺ سے عرض کیا گیا۔ آپ کا اس آدمی کے متعلق کیا خیال ہے جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس وجہ سے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ایک فوری بدلہ ہے جو اسی دنیا میں مومن کو بشارت کے رنگ میں عطا ہوتا ہے۔ (اور اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نیک عمل کو قبول فرمالیا ہے)

(مسلم كتاب البر و الصلة ...)

قراردادِ تعزیت بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی قادیان

جماعت احمدیہ نیویارک صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدا تعالیٰ ان کو اپنی رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

مارچ 1948 کا وہ زمانہ تھا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لخت جگر مرزا وسیم احمد صاحب کو درویشی کا تاج پہنا کر پاکستان سے قادیان رخصت کیا۔ کہ جاؤ اور قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کرو۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دشمنی اور نفرتوں کی تیز وتند آندھیاں ہندوستان کی تقسیم کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف چل رہی تھیں۔ اور ہر وقت زندگی وموت کا خطرہ دامنگیر رہتا تھا۔ ایسے موقع پر آپ نے کمال حوصلہ اور ہمت سے اپنے فرائض منصبی تادم واپسیں سرانجام دئے۔ آپ نے مختلف حیثیتوں سے صدر احمدیہ قادیان میں خدمات سرانجام دیں۔ ناظر دعوت وتبلیغ کافی عرصے تک رہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جٹ صاحب کی وفات کے بعد آپ کو امیر جماعت احمدیہ قادیان مقرر کیا گیا۔

نیویارک کی جماعت کو یہ سعادت حاصل ہے کہ چند سال قبل جب صاحبزادہ صاحب امریکہ تشریف لائے تو آپ نیویارک میں بھی تشریف لائے۔ اور جماعت کے ہر ایک فرد کو بشاشت کے ساتھ ملے۔ اور ایک انمٹ نقش دلوں پر چھوڑ گئے۔

ایک لمبا عرصہ دین کی خدمت کرنے کے بعد اپنے خالق حقیقی کی آواز پر اس سے جاملے۔ خدا ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ساقی ازل کی ہے سنت کہ بزم میں   آب بقا بھی ملتا ہے جام فنا کے ساتھ

سوائے جانے والے دیار مسیح کے پاسبان اور اپنے جلیل القدر باپ کے باوفا فرزند جس نے تاج درویشی کو چوم کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ تیرے فراق میں آج دنیائے احمدیت غمگسار ہے۔ اور تیری گراں مایا خدمات کا صمیم قلب سے اعتراف کرتی ہے کہ تو نے کمال ضبط سے اپنی آہوں، اپنی آرزوؤں اور اپنے دل کے دردوں کو ایسے صبر سے ضبط کیا کہ لب نازک پہ آہ تک نہ آنے دی۔ اور وہ عہد جو تو نے اپنے مایہ ناز باپ کے حضور کیا تھا اس کو آخری دم تک نباہ کر اپنی چادرِ درویشی میں اپنے خالق کے حضور جا پہنچا۔

تمہاری شان درویشی کے قرباں تاجداری ہے   کہ محبوب آستاں کے پاسباں تم تھے
بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا   ہماری ان تمناؤں کے عزم نوجواں تم تھے
نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھے گی   کہ قطرہ نہیں ہو بلکہ بحر بیکراں تم تھے

انہی دلی جذبات کے ساتھ جماعت احمدیہ نیویارک خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ساتھ انکی بیگم صاحبہ اور ان کے بچوں اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام اور درویشان قادیان کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے اظہار تعزیت کرتی ہے۔ اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

فقط۔ والسلام
آپکے اس غم میں شریک
جماعت احمدیہ نیویارک